لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ وارفع شان

قیصر رُوم جیسے عظیم الشان بادشاہ نے خواہش کی کہ کاش مجھے اُنسے ملنا نصیب ہوتا اور میں اُنکے پاؤں دھویا کرتا

سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خیر البشر، افضل الرسل، سب نبیوں کا سردار اور خاتم النّبیین بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپؐ وجہ تخلیق کائنات ہیں۔ حدیث قدسی ہے کہ اے محمدؐ اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا۔ آپؐ نے خود فرمایا اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ کہ میں نسل آدم کا سردار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی محبت حاصل کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو ضروری قرار دیا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں آپ کے فعل کو اپنا فعل اور آپ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیتا ہے۔ آپؐ کے نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر فائز ہونے کی شہادت دیتا ہے اور رُوحانی دُنیا کا چمکتا ہوا سورج آپؐ کو بتاتا ہے۔ جہاں تک بنی نوع انسان سے آپؐ کی محبت کا سوال ہے، تو وہ اس قدر شدید تھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمدؐ کیا تُو اس غم میں اپنے آپکو ہلاک کر لیگا کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے۔ عدم ایمان کے نتیجہ میں جس اعلیٰ ہستی کی معرفت سے وہ محروم تھے غم دراصل آپؐ کو اُن کی اس محرومی کا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپؐ کی محبت اور بنی نوع انسان سے آپؐ کی ہمدردی کا صحیح اندازہ لگانا اور آپ کی شانِ ارفع و اعلیٰ کو سمجھنا کسی کے بس کی بات نہیں۔

جس قدر آپؐ کا مقام و مرتبہ بلند تھا اُسی قدر آپؐ سے دشمنی سب سے زیادہ کی گئی۔ سب سے زیادہ گالیاں آپؐ کو دی گئیں۔ سب سے زیادہ اعتراضات آپؐ پر کئے گئے۔ کروڑ ہا کتابیں اسلام اور بانی اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات اور قرآن کریم کے خلاف شائع کی گئیں۔ تین ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ اعتراضات کئے گئے۔ ناپاک حملوں اور انتہائی دلآزار گالیوں میں جن کا نمبر سب سے بڑھا ہوا تھا وہ پادری صاحبان تھے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”درحقیقت پادری صاحبان تحقیر اور توہین اور گالیاں دینے میں اوّل نمبر پر ہیں۔ ہمارے پاس ایسے پادریوں کی کتابوں کا ایک ذخیرہ ہے جنہوں نے اپنی عبارت کو صدہا گالیوں سے بھر دیا ہے۔ (نور القرآن نمبر 2، رُوحانی خزائن، جلد 9، صفحہ 375)

آپؐ فرماتے ہیں:

”میں دعویٰ کے ساتھ کہتا ہوں کہ مطابق منشاء مسلم کی حدیث کے جو ابھی مَیں بیان کر آیا ہوں اگر ہم حضرت آدم کی پیدائش سے آج تک بذریعہ اُن تمام تحریری وسائل کے جو ہمیں ملے ہیں دُنیا کے تمام ایسے لوگوں کی حالت پر نظر ڈالیں جنہوں نے دجالیت کا اپنے ذمہ کام لیا تھا تو اس زمانہ کے پادریوں کی دجّالیت کی نظیر ہرگز ہم کو نہیں ملے گی۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 362)

کتاب ”کتاب البریۃ“ میں آپؐ فرماتے ہیں:

”بہت سے پادری اس وقت برٹش انڈیا میں ایسے ہیں کہ جن کا دن رات پیشہ ہی یہ ہے کہ ہمارے نبی اور ہمارے سیّد و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے رہیں۔ سب سے گالیاں دینے میں پادری عماد الدین امرتسری کا نمبر بڑھا ہوا ہے وہ اپنی کتابوں تحقیق الایمان وغیرہ میں کھلی کھلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔

(کتاب البریہ، رُوحانی خزائن، جلد 13، صفحہ 120)

اس کے بعد آپ نے کئی ایک پادریوں کے نام گنوائے اور ان کی کتابوں کا ذکر کیا جن میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت سے سخت گالیاں دی ہیں۔

ایک جگہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام عیسائی پادریوں کی غارت گری اور رہزنی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”تمہاری عورتیں، تمہارے بچے، تمہارے پیارے دوست، تمہارے بڑے بڑے بزرگوں اور ولیوں کی اولاد، تمہارے بڑے بڑے خاندانوں کے آدمی اس دجّالی مذہب میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔ کیا یہ اسلام کیلئے سخت ماتم کی جگہ نہیں سوچ کر دیکھو کہ کس قدر ان لوگوں کے فتنوں نے دامن پھیلا رکھا ہے اور کس قدر ان لوگوں کی کوششیں انتہاء تک پہنچ گئی ہیں کیا کوئی ایسا بھی دقیقہ فریب اور مکر کا ہے جو انہوں نے رہزنی کیلئے استعمال نہیں کیا..... کئی جوان لڑکیاں اچھے اچھے خاندانوں کی سیّد اور شیخ اور مغل اور نوابوں اور شہزادوں کی اولاد کہلا کر پھر مس صاحبوں کی کوششوں سے عیسائی جماعت میں جا ملی ہیں۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 367)

یہ حالات اگر کسی کیلئے ناقابل برداشت اور خون کے آنسو رلانے والے تھے تو وہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات بابرکات تھی۔ آپ کو آنحضرت ﷺ کی ذات سے وہ محبت تھی کہ اس کی مثال لائی نہیں جاسکتی۔ آپ کی محبت کی گواہی عرش کے خدا نے دی ہے کہ ھٰذَا رَجُلٌ یُحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ آپ نے سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کا وہ دفاع کیا کہ بس حق ادا کر دیا۔ آپ نے اپنی تقریر و تحریر سے اپنے آقا کی عزت قائم فرمائی۔ کتابیں تحریر فرمائیں، اشتہارات شائع کئے، مناظرے کئے۔ نادر و نایاب دلائل و براہین کے انبار پادریوں کے اعتراضات کے مقابلہ میں لگا دیئے۔ رفتہ رفتہ پادریوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ اسلام کا بے نظیر پہلوان ہے اسکے سامنے ہماری کچھ پیش نہیں جاسکتی۔ اس کے بعد کسی پادری کو جرأت نہیں ہوئی کہ آپ کے مقابلہ میں منہ بھی کھول سکے۔ پادریوں کو کس طرح آپ نے پیغام حق پہنچایا، کس طرح اُنہیں چیلنج دیا اور اتمام حجت

باقی صفحہ نمبر 35 پر ملاحظہ فرمائیں

ہفت روزہ بدر ”سیرۃ النبیؐ نمبر“

فہرست مضامین

......☆......☆......☆......

ختم نبوت کے یہ معنے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مقام سب نبیوں سے افضل ہے
آپؐ کی تصدیق کے بغیر اور آپؐ کی تعلیم کی شہادت کے بغیر کوئی شخص نبوت یا ولایت کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا

قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسم مبارک

● وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْــًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (آل عمران:145)

ترجمہ:: اور محمد نہیں ہے مگر ایک رسول۔ یقیناً اس سے پہلے رسول گزر چکے ہیں۔ پس کیا اگر یہ بھی وفات پا جائے یا قتل ہو جائے تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو بھی اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے گا تو وہ ہرگز اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ یقیناً شکر گزاروں کو جزا دے گا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا قطعی اعلان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ محمدؐ بھی اللہ کے رسول ہیں اور رسول سے بڑھ کر کچھ نہیں اور آپؐ سے پہلے جتنے رسول تھے سب وفات پا چکے ہیں۔ خَلَا کا لفظ جب مطلق طور پر کسی کے متعلق بولا جائے تو اس سے مراد ایسا گزرنا نہیں جیسے کہ مسافر گزرتا ہے بلکہ گزر جانے سے مراد ہے وفات پا جانا۔ پس اگر عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول تھے تو لازماً وفات پا چکے ہیں۔

(ترجمۃ القرآن حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 108 ایڈیشن قادیان 2014)

● مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب:41)

ترجمہ:: نہ محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ تھے نہ ہیں (نہ ہوں گے) لیکن اللہ کے رسول ہیں بلکہ (اس سے بھی بڑھ کر) نبیوں کی مہر ہیں اور اللہ ہر ایک چیز سے خوب آگاہ ہے۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ کے الفاظ قرآن مجید میں ہیں اور عربی کا قاعدہ ہے کہ كَانَ استمرار کے معنے بھی دیتا ہے۔ پس ہم نے استمرار کے لحاظ سے آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ کسی مرد کے باپ تھے نہ ہیں نہ ہوں گے۔''

نبیوں کی مہر کے متعلق آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

یعنی آپ کی تصدیق کے بغیر اور آپ کی تعلیم کی شہادت کے بغیر کوئی شخص نبوت یا ولایت کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ لوگوں نے نبیوں کی مہر کی جگہ آخری نبی کے معنے لیے ہیں۔ مگر اس سے بھی ہماری پوزیشن میں فرق نہیں آتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کو مدنظر رکھا جائے تو انبیا کا شجرہ مطابق مسند احمد بن حنبلؒ یوں بنتا ہے۔

سدرۃ المنتہیٰ	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ساتواں آسمان	حضرت ابراہیم علیہ السلام
چھٹا آسمان	حضرت موسیٰ علیہ السلام
پانچواں آسمان	حضرت ہارون علیہ السلام
چوتھا آسمان	حضرت ادریس علیہ السلام
تیسرا آسمان	حضرت یوسف علیہ السلام
دوسرا آسمان	حضرت عیسیٰ وحضرت یحییٰ علیہما السلام
پہلا آسمان	حضرت آدم علیہ السلام
اہل زمین	

اس نقشہ کو دیکھیں تو مخلوق کے مقام پر جو شخص کھڑا ہوگا اس کی نظر سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام پر پڑے گی اور سب سے آخر اس کی نظر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑے گی۔ گویا سب نبیوں میں آخری نبی وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دے گا۔ اس کے علاوہ اگر اس حدیث کو لیں کہ آدم ابھی پیدا بھی نہ ہوا تھا، تب بھی میں خاتم النّبیین تھا تو بھی شجرہ انبیا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام کے لحاظ سے اوپر کی جگہ حاصل ہے۔ پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں سب سے اوپر گئے تو مقام محمدی آخری نبوت کا مقام بنا۔ اس طرح بھی وہی معنے ٹھیک رہے جو ہم نے کیے ہیں۔ یعنی ختم نبوت کے یہ معنے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام سب نبیوں سے افضل ہے۔ (تفسیر صغیر صفحہ 695)

● اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝ (سورہ محمد:2-3)

ترجمہ:: وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا اللہ نے ان کے اعمال کو تباہ کر دیا اور جو ایمان لائے اور انہوں نے ایمان کے مطابق عمل کیے اور جو محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر نازل ہوا، اس پر ایمان لائے اور وہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔ اللہ ان کی بدیوں کو ڈھانپ دے گا۔ اور ان کے حالات کو درست کر دے گا۔

● مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّاۤءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاۤءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫ سِيْمَاهُمْ فِىْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَمَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الفتح:30)

ترجمہ:: محمد رسول اللہ اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کفار کے مقابل پر بہت سخت ہیں

(اور) آپس میں بے انتہا رحم کرنے والے۔ تُو انہیں رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھے گا وہ اللہ ہی سے فضل اور رضا چاہتے ہیں۔ سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر ان کی نشانی ہے۔ یہ ان کی مثال ہے جو تورات میں ہے۔ اور انجیل میں ان کی مثال ایک کھیتی کی طرح ہے جو اپنی کونپل نکالے پھر اسے مضبوط کرے پھر وہ موٹی ہو جائے اور اپنے ڈنٹھل پر کھڑی ہو جائے، کاشت کاروں کو خوش کر دے تا کہ ان کی وجہ سے کفار کو غیظ دلائے۔ اللہ نے ان میں سے اُن سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہوا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات بیان فرمائی گئی ہیں ان کو آپؐ کی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ فوراً فرمایا وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ یعنی آپؐ کی خوبیاں ان لوگوں میں بھی سرایت کریں گی جو آپ کے ساتھ ہیں۔ خوبیوں میں سب سے پہلی چیز تو یہ ہے کہ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ کفار پر اپنی سخت دلی کی وجہ سے شدید ہوں گے بلکہ کفر کا اثر قبول نہ کرنے کے لحاظ سے انہیں شدید کہا گیا ہے لیکن ان کے دل رحمت سے بھرے ہوئے ہوں گے جس کی وجہ سے مومن ایک دوسرے سے رحمت اور تلطّف کا سلوک کرنے والے ہوں گے اور ان کے جہاد کی غرض محض رضائے باری تعالیٰ ہے نہ کہ دنیاوی مال کمانا۔ چنانچہ وہ اللہ کے حضور رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے جھکیں گے اور اس سے فضل یعنی ایسا دنیاوی مال طلب کریں گے جس کے ساتھ رضائے باری تعالیٰ بھی ہو۔ یہ ان کے جہاد کے وہ مرکزی پہلو ہیں جو تورات میں ان کے متعلق بیان کیے گئے تھے۔

اور جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں دور آخرین میں آنے والے مسیح اور اس کے ماننے والوں کا تعلق ہے ان کی مثال انجیل میں ایسی روئیدگی کے ساتھ دی گئی ہے جو بتدریج بڑھتی ہے اور اپنے ڈنٹھل پر مضبوط ہو جاتی ہے۔ اور اس کو دیکھ کر اس کو بونے والے یعنی خدمت دین میں حصہ لینے والے بہت خوش ہوں گے۔ اور اسکے نتیجہ میں کفار کو ان پر اور بھی زیادہ غصہ آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی جو اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان لائیں گے اور اس سے مغفرت چاہیں گے عظیم مغفرت کی اور اجر کی خوشخبری عطا فرمائی ہے۔ (ترجمۃ القرآن حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 928)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

اس آیت میں انجیل والوں کے مقابل کے اسلامی حصہ کی مثال بیان کی گئی ہے جو مسیح محمدی کی جماعت ہے۔

اس آیت میں اس پیشگوئی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو متی باب 13 آیت 3 تا 9 میں ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے کہ ’’ایک بونے والا بیج بونے نکلا اور بوتے وقت کچھ دانے راہ کے کنارے گرے اور پرندوں نے آ کر انہیں چگ لیا اور کچھ پتھریلی زمین پر گرے جہاں ان کو بہت مٹی نہ ملی اور گہری مٹی نہ ملنے کے سبب سے جلد اُگ آئے اور جب سورج نکلا تو جل گئے اور جڑ نہ ہونے کے سبب سے سوکھ گئے اور کچھ جھاڑیوں میں گرے اور جھاڑیوں نے بڑھ کر ان کو دبا لیا اور کچھ اچھی زمین میں گرے اور پھل لائے۔ کچھ سو گنا کچھ ساٹھ گنا کچھ تیس گنا۔‘‘

قرآن مجید کی اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ امت محمدیہ میں آنے والے مسیح کی قوم بھی ایسی ہی ہوگی جیسے اچھی زمین میں بویا ہوا دانہ اور اللہ تعالیٰ اس میں ایسی برکت پیدا کرے گا کہ ایک ایک دانہ سے ساٹھ ساٹھ ستر ستر بلکہ سو سو گنا پیدا ہوگا۔ مگر یہ فوراً نہیں ہوگا بلکہ تدریج کے ساتھ ہوگا۔ (تفسیر صغیر صفحہ 855)

’’خدا کے کلام سے پایا جاتا ہے کہ متقی وہ ہوتے ہیں جو حلیمی اور مسکینی سے چلتے ہیں وہ مغرورانہ گفتگو نہیں کرتے، ان کی گفتگو ایسی ہوتی ہے جیسے چھوٹا بڑے سے گفتگو کرے، ہم کو ہر حال میں وہ کرنا چاہئے جس سے ہماری فلاح ہو، اللہ تعالیٰ کسی کا اجارہ دار نہیں وہ خالص تقویٰ کو چاہتا ہے جو تقویٰ کرے گا وہ مقام اعلیٰ کو پہنچے گا۔‘‘

(ملفوظات، جلد اوّل صفحہ 31، مطبوعہ 2018 قادیان)

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرانقدر زرّیں ارشادات

★ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى

(بخاری باب کیف کان بدءالوحی الی رسول اللہ)

ترجمہ:: سب اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے اور ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی بدلہ ملتا ہے۔

★ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى اَجْسَامِكُمْ وَلَا اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ ۔(مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم ظلم المسلم)

ترجمہ:: اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کو نہیں دیکھتا اور نہ تمہاری صورتوں کو (کہ خوبصورت ہیں یا بدصورت) بلکہ وہ تمہارے دِلوں کو دیکھتا ہے (کہ ان میں کتنا اِخلاص اور حُسنِ نیت ہے)

★ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ كَالْوِعَاءِ اِذَا طَابَ اَسْفَلُهٗ طَابَ اَعْلَاهُ وَاِذَا فَسَدَ اَسْفَلُهٗ فَسَدَ اَعْلَاهُ ۔(ابن ماجہ ابواب الزھد باب التوقی علی العمل)

ترجمہ:: اعمال ایک برتن میں پڑی شئے کی طرح ہیں جب برتن میں پڑی شئے کا نچلا حصہ اچھا ہو تو اس کا اُوپر کا حصہ بھی اچھا ہوتا ہے اور جب اس کا نچلا حصہ گندہ اور خراب ہو تو اُوپر کا حصہ بھی گندہ اور خراب ہوتا ہے۔ (یہی حال اعمال کا ہے)

★ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّاٰتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ: فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عِنْدَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰى اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ، وَاِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَاِنْ هَمَّ فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً ۔

(مسلم کتاب الایمان باب اذاھم العبد بحسنۃ)

ترجمہ:: اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور بدیاں دونوں لکھ لی ہیں اور ہر ایک کو واضح کر دیا ہے۔ پس جو شخص نیکی کا ارادہ کرے لیکن اسے نہ کر سکے تو اسے پوری ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے اور اگر وہ نیت کے بعد اس نیکی کو کر لے تو اللہ تعالیٰ دس سے سات سوگنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ نیکیاں اس کے حساب میں لکھ دیتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص برائی کا ارادہ کرے لیکن اس کے ارتکاب سے باز رہے تو اللہ تعالیٰ اپنے حضور میں اس کی ایک پوری نیکی لکھ دیتا ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص جان بُوجھ کر یہ بدی کرے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی ایک بدی شمار ہوتی ہے۔

★ مَنْ لَّا يَشْكُرِ النَّاسَ لَا يَشْكُرِ اللّٰهَ (ترمذی باب ما جاء فی الشکر لمن احسن الیک)

ترجمہ:: جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔

★ كُلُّ اَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَمْ يُبْدَأْ فِيْهِ بِالْحَمْدِ اَقْطَعُ ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ كُلُّ كَلَامٍ لَا يُبْدَأُ فِيْهِ بِحَمْدِ اللّٰهِ فَهُوَ اَجْزَمُ ۔(ابن ماجہ ابواب النکاح باب خطبۃ النکاح)

ترجمہ:: ہر قابلِ قدر اور سنجیدہ کام اگر خدا تعالیٰ کی حمد وثناء کے بغیر شروع کیا جائے تو وہ بے برکت اور ناقص رہتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ہر قابلِ قدر گفتگو (اور تقریر وغیرہ) اگر خدا تعالیٰ کی حمد وثناء کے بغیر شروع کی جائے تو وہ برکت سے خالی اور بے اثر ہوتی ہے۔

★ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّحِبَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اَوْ يُحِبَّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَلْيَصْدُقْ حَدِيْثَهٗ اِذَا حَدَّثَ وَلْيُؤَدِّ اَمَانَتَهٗ اِذَا اؤْتُمِنَ وَلْيُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَهٗ ۔(مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق بحوالہ بیھقی فی شعب الایمان)

ترجمہ:: اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ سے واقعی محبت کرتے ہو اور چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کا رسولؐ بھی تم سے محبت کرے تو اس کیلئے تمہیں یہ کرنا چاہئے کہ ہمیشہ سچ بولو، جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں کبھی خیانت نہ کرو اور اپنے پڑوسی سے ہمیشہ حسنِ سلوک کرو۔

★ اَفْضَلُ الذِّكْرِ: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَفْضَلُ الدُّعَاءِ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب دعوۃ المسلم مستجابۃ)

ترجمہ:: بہترین ذکر کلمۂ توحید ہے یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بہترین دعا الحمدللہ ہے۔

★ مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُهٗ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ ۔ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ فَقَالَ مَثَلُ الْبَيْتِ الَّذِيْ يُذْكَرُ اللّٰهُ فِيْهِ وَالْبَيْتِ الَّذِيْ لَا يُذْكَرُ اللّٰهُ فِيْهِ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ ۔(بخاری کتاب الدعوات)

ترجمہ:: ذکرِ الٰہی کرنے والے اور ذکرِ الٰہی نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مُردہ کی طرح ہے یعنی جو ذکرِ الٰہی کرتا ہے وہ زندہ ہے اور جو نہیں کرتا وہ مُردہ ہے۔ مسلم کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ گھر جن میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے اور وہ گھر جن میں خدا تعالیٰ کا ذکر نہیں ہوتا، ان کی مثال زندہ اور مُردہ کی طرح ہے۔

★ مَنْ كَانَ يُحِبُّ اَنْ يَّعْلَمَ مَنْزِلَتَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَلْيَنْظُرْ كَيْفَ مَنْزِلَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عِنْدَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُنْزِلُ الْعَبْدَ مِنْهُ حَيْثُ اَنْزَلَهٗ مِنْ نَفْسِهٖ ۔(قشیریہ باب الذکر صفحہ ۱۱۱)

ترجمہ:: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اُسے اس قدرومنزلت کا علم ہو جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی ہے تو وہ یہ دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اس کا کیا تصوّر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی ایسی ہی قدر کرتا ہے جیسی اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ہے۔

★ يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ، وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ ، وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى (مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استحباب صلوٰۃ الضحٰی)

ترجمہ:: تمہارے جسم کا ہر حصّہ نیکی اور صدقہ میں شامل ہوسکتا ہے۔ ہر تسبیح صدقہ ہے، الحمدللہ کہنا صدقہ ہے، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہنا صدقہ ہے، تکبیر کہنا صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔ اور چاشت کے وقت دو رکعت نماز پڑھنا ان سب نیکیوں کے برابر ہے۔

(ماخوذ از کتاب ''حدیقۃ الصالحین'' مصنفہ ملک سیف الرحمن صاحب)

......☆......☆......☆......

سب عزتوں سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ہے جس کا کل اسلامی دُنیا پر اثر ہے

ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ نبی دیا، جو خاتم المؤمنین، خاتم العارفین اور خاتم النّبیین ہے

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فاران کی چوٹیوں سے سراج منیر کا طلوع

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو تاریکی اور گمراہی میں مبتلا پایا اور ہر طرف سے ضلالت اور ظلمت کی گھنگھور گھٹا دنیا پر چھا گئی۔ اس وقت اس تاریکی کو دور کرنے اور ضلالت کو ہدایت اور سعادت سے تبدیل کرنے کیلئے ایک سراج منیر فاران کی چوٹیوں پر چمکا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔‘‘

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 83، مطبوعہ 2018 قادیان)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بے نظیر مقام

’’ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کل دنیا کے انسانوں کی روحانی تربیت کے لئے آئے تھے اس لئے یہ رنگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بدرجہ کمال موجود تھا اور یہی وہ مرتبہ ہے جس پر قرآن کریم نے متعدد مقامات پر حضور کی نسبت شہادت دی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے مقابل اور اسی رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفات کا ذکر فرمایا ہے۔ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء: 108) اور ایسا ہی فرمایا قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف: 159) قرآن شریف کے دوسرے مقامات پر غور کرنے سے پتا لگتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اُمّی فرمایا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے آپؐ کا کوئی استاد نہ تھا مگر بایں ہمہ کہ آپ اُمّی تھے......قرآن کریم کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اسی اُمّی نے کتاب اور حکمت ہی نہیں بتلائی بلکہ تزکیۂ نفس کی راہوں سے واقف کیا اور یہاں تک کہ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (المجادلۃ: 23) تک پہنچا دیا۔ دیکھو اور پُرغور نظر سے دیکھو کہ قرآن شریف ہر طرز کے طالب کو اپنے مطلوب تک پہنچاتا اور ہر راستی اور صداقت کے پیاسے کو سیراب کرتا ہے لیکن خیال تو کرو کہ یہ حکمت اور معرفت کا دریا صداقت اور نور کا چشمہ کس پر نازل ہوا؟ اسی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ایک طرف تو اُمّی کہلاتا ہے اور دوسری طرف وہ کمالات اور حقائق اس کے منہ سے نکل رہے ہیں کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر پائی نہیں جاتی۔ (ایضاً، صفحہ 104)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی معجزات

’’حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی معجزات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ آپ ایک درخت کے نیچے سوئے پڑے تھے کہ ناگاہ ایک شور و پکار سے بیدار ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جنگلی اعرابی تلوار کھینچ کر خود حضور پر آ پڑا ہے۔ اس نے کہا۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) بتا اس وقت میرے ہاتھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ آپؐ نے پورے اطمینان اور سچی سکینت سے جو حاصل تھی فرمایا کہ اللہ۔ آپؐ کا یہ فرمانا عام انسانوں کی طرح نہ تھا۔ اللہ جو خدائے تعالیٰ کا ایک ذاتی اسم ہے اور جو تمام جمیع صفات کاملہ کا مستجمع ہے۔ ایسے طور پر آپ کے منہ سے نکلا کہ دل سے نکلا اور دل پر ہی جا کر ٹھہرا۔ کہتے ہیں کہ اسم اعظم یہی ہے اور اس میں بڑی بڑی برکات ہیں لیکن جس کو وہ اللہ یاد ہی نہ ہو وہ اس سے کیا فائدہ اٹھائے گا۔ الغرض ایسے طور پر اللہ کا لفظ آپؐ کے منہ سے نکلا کہ اس پر رعب طاری ہو گیا اور ہاتھ کانپ گیا۔ تلوار گر پڑی۔ حضرت نے وہی تلوار اٹھا کر کہا کہ اب بتلا۔ میرے ہاتھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ وہ ضعیف القلب جنگلی کس کا نام لے سکتا تھا۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخلاق فاضلہ کا نمونہ دکھایا اور کہا جا تجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ مروت اور شجاعت مجھ سے سیکھ۔ اس اخلاقی معجزہ نے اس پر ایسا اثر کیا کہ وہ مسلمان ہو گیا۔‘‘ (ایضاً، صفحہ 86)

سب عزتوں سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت ہے جس کا کل اسلامی دنیا پر اثر ہے

’’سب عزتوں سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ہے۔ جس کا کل اسلامی دنیا پر اثر ہے۔ آپؐ ہی کی غیرت نے پھر دنیا کو زندہ کیا۔ عرب جن میں زنا، شراب اور جنگ جوئی کے سوا کچھ رہا ہی نہ تھا اور حقوق العباد کا خون ہو چکا تھا۔ ہمدردی اور خیر خواہی نوعِ انسان کا نام و نشان تک مِٹ چکا تھا اور نہ صرف حقوق العباد ہی تباہ ہو چکے تھے بلکہ حقوق اللہ پر اس سے بھی زیادہ تاریکی چھا گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی صفات پتھروں، بوٹیوں اور ستاروں کو دی گئی تھیں۔ قسم قسم کا شرک پھیلا ہوا تھا۔ عاجز انسان اور انسان کی شرمگاہوں تک کی پوجا دنیا میں ہو رہی تھی۔ ایسی حالتِ مکروہ کا نقشہ اگر ذرا دیر کیلئے ایک سلیم الفطرت انسان کے سامنے آجاوے تو وہ ایک خطرناک ظلمت اور ظلم و جور کے بھیانک اور خوفناک نظارہ کو دیکھے گا۔ فالج ایک طرف گرتا ہے، مگر یہ فالج ایسا فالج تھا کہ دونوں طرف گرا تھا۔ فساد کامل دنیا میں برپا ہو چکا تھا۔ نہ بحر میں امن و سلامتی تھی اور نہ برّ پر سکون و راحت۔ اب اس تاریکی اور ہلاکت کے زمانہ میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں۔ آپؐ نے آکر کیسے کامل طور پر اس میزان کے دونوں پہلو درست فرمائے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو اپنے اصلی مرکز پر قائم کر دکھایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی طاقت کا کمال اس وقت ذہن میں آسکتا ہے۔ جبکہ اُس زمانہ کی حالت پر نگاہ کی جاوے۔ مخالفوں نے آپؐ کو اور آپؐ کے متبعین کو جس قدر تکالیف پہنچائیں اور اسکے بالمقابل آپؐ نے ایسی حالت میں جب کہ آپؐ کو پورا اقتدار اور اختیار حاصل تھا۔ ان سے جو کچھ سلوک کیا، وہ آپؐ کی علوِ شان کو ظاہر کرتا ہے۔ ابوجہل اور اس کے دُوسرے رفیقوں نے کونسی تکلیف تھی جو آپؐ کے جاں نثار خادموں کو نہیں دی۔ غریب مسلمان عورتوں کو اُونٹوں سے باندھ کر مخالف جہات میں دوڑایا اور وہ چیری جاتی تھیں۔ محض اس گُناہ پر کہ وہ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی کیوں قائل ہوئیں۔ مگر آپؐ نے اس کے مقابل صبر و برداشت سے کام لیا۔ اور جبکہ مکہ فتح ہوا، تو لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (یوسف: 93) کہہ کر معاف فرمایا۔ یہ کس قدر اخلاقی کمال ہے جو کسی دُوسرے نبی میں نہیں پایا جاتا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ۔‘‘ (ایضاً، صفحہ 484)

خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم ان کمالات کو پالیں

’’یادرکھو کہ کتابِ مجید کے بھیجنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا ہے کہ تا دنیا پر عظیم الشان رحمت کا نمونہ دکھاوے۔ جیسے فرمایا مَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ (الانبیاء:108) اور ایسا ہی قرآن مجید کے بھیجنے کی غرض بتائی کہ هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ (البقرۃ:3) یہ ایسی عظیم الشان اغراض ہیں کہ اُن کی نظیر نہیں پائی جاسکتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ جیسے تمام کمالاتِ متفرقہ جو انبیاء علیہم السلام میں تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں جمع کردیئے۔ اور تمام خوبیاں اور کمالات جو متفرق کتابوں میں تھے، وہ قرآن شریف میں جمع کردیئے۔ اور ایسا ہی جس قدر کمالات تمام اُمتوں میں تھے وہ اس اُمت میں جمع کردیئے۔ پس خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم ان کمالات کو پالیں اور یہ بات بھی بھولنی نہیں چاہیے کہ جیسے وہ عظیم الشان کمالات ہم کو دینا چاہتا ہے، اُسی کی موافق اس نے ہمیں قویٰ بھی عطا کیے ہیں۔ کیونکہ اگر اس کے موافق قویٰ نہ دیئے جاتے تو پھر ہم ان کمالات کو کسی صورت اور حالت میں پا ہی نہیں سکتے تھے۔‘‘ (ایضاً، صفحہ 310)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام خاتم النّبیین

’’ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ نبی دیا، جو خاتم المومنین، خاتم العارفین اور خاتم النّبیین ہے اور اسی طرح پر وہ کتاب اُس پر نازل کی جو جامع الکُتب اور خاتم الکُتب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم النّبیین ہیں اور آپؐ پر نبوت ختم ہوگئی۔ تو یہ نبوت اس طرح پر ختم نہیں ہوئی جیسے کوئی گلا گھونٹ کر ختم کردے۔ ایسا ختم قابلِ فخر نہیں ہوتا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے سے یہ مراد ہے کہ طبعی طور پر آپؐ پر کمالاتِ نبوت ختم ہوگئے۔ یعنی وہ تمام کمالاتِ متفرقہ جو آدم سے لے کر مسیح ابن مریم تک نبیوں کو دیئے گئے تھے۔ کسی کو کوئی اور کسی کو کوئی۔ وہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کردیئے گئے اور اس طرح پر آپ طبعاً خاتم النّبیین ٹھہرے اور ایسا ہی وہ جمیع تعلیمات، وصایا اور معارف جو مختلف کتابوں میں چلے آتے ہیں، وہ قرآن شریف پر آکر ختم ہوگئے اور قرآن شریف خاتم الکُتب ٹھہرا۔‘‘ (ایضاً، صفحہ 311)

ہم بصیرت تام سے رسول اللہ کو خاتم النّبیین مانتے ہیں

’’اس جگہ یہ بھی یادرکھنا چاہیے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوتِ یقین، معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں، اس کا لاکھواں حصہ بھی وہ نہیں مانتے۔ اور ان کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے۔ وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت میں ہے، سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے اور اُس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا؟ مگر ہم بصیرت تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کرسکتا بجز ان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔‘‘ (ایضاً، صفحہ 312)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلو
ایک ذرّہ بھر بھی اِدھر یا اُدھر ہونے کی کوشش نہ کرو

’’میں یہ بھی تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ بہت سے لوگ ہیں جو اپنے تراشے ہوئے وظائف اور اَوراد کے ذریعہ سے ان کمالات کو حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن میں تمہیں کہتا ہوں کہ جو طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار نہیں کیا وہ محض فضول ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر منعم علیہ کی راہ کا سچا تجربہ کار اور کون ہوسکتا ہے۔ جن پر نبوّت کے بھی سارے کمالات ختم ہوگئے۔ آپ نے جو راہ اختیار کیا ہے وہ بہت ہی صحیح اور اقرب ہے۔ اس راہ کو چھوڑ کر اور ایجاد کرنا، خواہ وہ بظاہر کتنا ہی خوش کرنے والا معلوم ہوتا ہو۔ میری رائے میں ہلاکت ہے اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر ایسا ہی ظاہر کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع سے خدا ملتا ہے اور آپ کی اتباع کو چھوڑ کر خواہ کوئی ساری عمر ٹکریں مارتا رہے، گوہر مقصود اس کے ہاتھ میں نہیں آسکتا چنانچہ سعدی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ضرورت بتاتا ہے ؎

بزہد وورع کوش وصدق وصفا　　　ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ کو تو نہ چھوڑو۔ میں دیکھتا ہوں کہ قسم قسم کے وظیفے لوگوں نے ایجاد کر لئے ہیں۔ الٹے سیدھے لٹکتے ہیں اور جوگیوں کی طرح راہبانہ طریقے اختیار کئے جاتے ہیں، لیکن یہ سب بے فائدہ ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی یہ سنت نہیں کہ وہ الٹے سیدھے لٹکتے رہیں یا نفی اثبات کے ذکر کریں اور ارّہ کے ذکر کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسوۂ حسنہ فرمایا لَكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:22) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلو ایک ذرّہ بھر بھی اِدھر یا اُدھر ہونے کی کوشش نہ کرو۔‘‘ (ایضاً، صفحہ 323)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی وہ پاک جماعت تیار کی کہ اُن کو كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ کہا گیا

’’اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاسۡتَقِمۡ كَمَاۤ اُمِرۡتَ (ھود:113) یعنی سیدھا ہوجا۔ کسی قسم کی بداعمالی کجی نہ رہے پھر راضی ہوں گا۔ آپ بھی سیدھا ہوجا اور دُوسروں کو بھی سیدھا کر۔ عرب کیلئے سیدھا کرنا کس قدر مشکل تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے پوچھنے پر فرمایا کہ مجھے سورۂ ھود نے بوڑھا کردیا۔ کیونکہ اس حکم کی رُو سے بڑی بھاری ذمہ داری میرے سُپرد ہوئی ہے۔ اپنے آپ کو سیدھا کرنا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پوری فرمانبرداری کرنا جہاں تک انسان کی اپنی ذات سے تعلق رکھتی ہے ممکن ہے کہ وہ اس کو پورا کرے لیکن دوسروں کو ویسا ہی بنانا آسان نہیں ہے۔ اس سے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند شان اور قوت قدسی کا پتہ لگتا ہے چنانچہ آپؐ نے اس حکم کی کیسی تعمیل کی۔ صحابہ کرامؓ کی وہ پاک جماعت تیار کی کہ اُن کو كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ (آل عمران:111) کہا گیا اور رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ (البینۃ:9) کی آواز اُن کو آگئی۔ آپؐ کی زندگی میں کوئی بھی منافق مدینہ طیبہ میں نہ رہا۔ غرض ایسی کامیابی آپ کو ہوئی کہ اس کی نظیر کسی دوسرے نبی کے واقعاتِ زندگی میں نہیں ملتی۔‘‘ (ایضاً، صفحہ 166)

......☆......☆......☆......

''ہم یقین کامل سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
اعلیٰ شان اور اعلیٰ مقام کا اِدراک حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے ہی عطا فرمایا ہے''

جب ہم آپؑ کے عشق رسولؐ کے بارے میں بے شمار تحریرات دیکھتے ہیں، عربی فارسی اور اردو میں آپ کی کتب، ارشادات اور منظوم کلام کو دیکھتے ہیں تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق و محبت کے مقام تک کوئی نہیں پہنچ سکتا

آپؑ کا عربی کلام قصائد کی شکل میں بھی ایسا ہے جسے پڑھ کر عرب بھی سر دھنتے ہیں کہ
ایسا عشق و محبت سے سرشار کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں ہم نے نہ کبھی پڑھا ہے نہ سنا

ہمیں کسی حکومت اور کسی عالم دین، نام نہاد عالم دین کی سند کی ضرورت نہیں کہ ہم مسلمان ہیں یا نہیں یا کسی فارم پہ لکھنے سے ہم مسلمان یا غیر مسلم نہیں بن جاتے
صرف اور صرف ایک سند ہمیں چاہئے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو اور وہ اسی وقت ہمیں وہ سند عطا فرمائے گا
جب ہم حقیقت میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا حق ادا کرنے والے بنیں گے، آپؐ کی پیروی کرنے والے بنیں گے

یہ سال بھی اختتام کو پہنچ رہا ہے بعض ملکوں میں چوبیس گھنٹے اور بعض میں دو دن اور دو راتیں باقی ہیں
پس ان آخری دنوں کو بھی درود سے بھر دیں اور نئے سال کا استقبال بھی درود اور سلام سے کریں
تا کہ ہم جلد از جلد ان برکات کو حاصل کرنے والے ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے وابستہ ہیں

امام الزّمان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنے آقا و مطاعؐ کے عشق میں مخمور تحریرات کی رو سے
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت، آپؐ کا عالی مقام و اعلیٰ شان اور کمالاتِ روحانیہ کی بابت مدلّل و مؤثر دلنشین بیان

درود شریف کے وِرد سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات سے وابستہ برکات سے فیضیاب ہونے کی تحریک

قادیان دارالامان میں جماعت احمدیہ مسلمہ عالمگیر کے جلسہ سالانہ کے موقع پر 30 دسمبر 2018ء بروز اتوار
حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا طاہر ہال بیت الفتوح لندن سے ایم.ٹی.اے کے مواصلاتی رابطوں کے ذریعہ براہ راست اختتامی خطاب

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ - بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ -
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ - الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ -
اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ - اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ -
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ -

آج اس سال کے جلسہ سالانہ قادیان کا یہ آخری دن ہے اور آخری سیشن ہے۔ اور اس وقت دنیا کے مختلف ممالک سے آئے ہوئے تقریباً اٹھارہ انیس ہزار احمدی اس بستی میں جمع ہیں جو زمانے کے امام اور مسیح موعود اور مہدی معہود کی بستی ہے۔ وہ مسیح موعود اور مہدی معہود جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے دین کی تجدید کیلئے مبعوث ہوئے۔ آپ نے جہاں اسلام کی خوبصورت تعلیم کے مطابق بندے کو خدا تعالیٰ کے قریب کرنے کے راستے دکھائے اور قرآن کریم کی خوبصورت تعلیم کو دنیا پر واضح فرمایا وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اور عظیم الشان مقام کے بارے میں دنیا کو بتا کر نہ صرف سعید فطرت اور غیروں کے اسلام پر حملوں سے پریشان مسلمانوں کے ایمانوں کو مضبوط کیا بلکہ ہر مخالف اسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر اعتراض کرنے والے کا منہ بند کروایا اور مخالفین اسلام کو آپ کے دلائل سے پُرحملوں سے فرار کا راستہ اختیار کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا۔ آپ علیہ السلام کا عشق رسولؐ کا وہ مقام تھا جہاں تک کوئی نہیں پہنچا اور نہ پہنچ سکتا ہے۔ اسی عشق کی کیفیت اور اللہ تعالیٰ کے اس وجہ سے آپ سے سلوک اور انعامات کی بارش کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

''ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ آب زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لیے آتے ہیں۔'' صاف اور مصفّٰی پانی کی مشکیں لے کر آئے ہیں'' اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمد کی طرف بھیجی تھیں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔'' پھر فرماتے ہیں کہ'' ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنے یہ تھے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادۂ الٰہی احیائے دین کے لیے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص محیی کی تعین ظاہر نہیں ہوئی اس لیے وہ اختلاف میں ہے۔'' فرمایا کہ'' اسی اثنا میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محیی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اُس نے کہا ھٰذَا رَجُلٌ یُحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرط اعظم اس عہدہ کی محبت رسول ہے۔ سو وہ اس شخص میں متحقق ہے'' پائی جاتی ہے۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن، جلد 1 صفحہ 598، حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

آپؑ فرماتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے مجھے یہ مقام

عطا فرمایا۔ اور آپ کی یہ باتیں سن کر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے عاشق صادق اور اسلام کے احیائے نو کیلئے بھیجے گئے اس فرستادے کا مسلمان عمومی طور پر اور علماء ساتھ دیتے لیکن علماء نے یا یہ کہنا چاہئے کہ نام نہاد علماء نے اپنی دلی سختی اور جہالت اور بغض کی وجہ سے آپ پر یہ الزام لگانا شروع کر دیا اور اب تک لگاتے چلے جا رہے ہیں کہ نعوذ باللہ آپؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو کم کرنے والے ہیں لہٰذا کافر ہیں اور آپؑ کے ماننے والے بھی کافر ہیں۔ لیکن اس کے برعکس جب ہم آپؑ کے عشق رسولؐ کے بارے میں بے شمار تحریرات دیکھتے ہیں، عربی فارسی اور اردو میں آپؑ کی کتب، ارشادات اور منظوم کلام کو دیکھتے ہیں تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق و محبت کے مقام تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ آپ کا ہر ہر لفظ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں فنا ہونے کا ثبوت ہے اور یہی بات جب نیک فطرت علماء (علماء میں سے بھی نیک فطرت ہیں، مختلف ممالک میں بھی ہیں) اور عام مسلمانوں پر ظاہر ہوتی ہے تو آپ علیہ السلام کی بیعت میں آ جاتے ہیں آپؑ کی غلامی میں آتے ہیں اور اس طرح حقیقی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آتے ہیں۔ آپ علیہ السلام اپنے ایک فارسی کلام میں فرماتے ہیں، ایک شعر ہے کہ

''بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم ۔۔۔ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم''

(ازالہ اوہام حصہ اوّل، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 185)

کہ میں تو خدا تعالیٰ کے عشق کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں ڈوبا ہوا ہوں۔ اگر خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے یہ عشق کفر ہے تو خدا کی قسم میں سب سے بڑا کافر ہوں۔ اسی طرح آپؑ کا عربی کلام قصائد کی شکل میں بھی ایسا ہے جسے پڑھ کر عرب بھی سر دھنتے ہیں کہ ایسا عشق و محبت سے سرشار کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں ہم نے نہ کبھی پڑھا ہے نہ سنا۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ دنیا کے مسلمان اس عاشق رسولؐ کو پہچانیں اور مسلمان مصلحت کی وجہ سے یا علماء (علمائے سوء کہنا چاہئے) کے خوف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اس عاشق رسولؐ کے انکار سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینے والے نہ بنیں۔

علمائے سوء پہ ایک مجھے لطیفہ بھی یاد آ گیا۔ گزشتہ دنوں سوشل میڈیا پر ایک مولانا احمدیوں کے خلاف بھی بول رہے تھے اور کفر کے فتوے بھی لگا رہے تھے اور اپنی جہالت کی وجہ سے یا اپنے بولنے کی رَو میں یہ بھی فرما دیا انہوں نے اور کئی دفعہ کہا کہ فلاں مولانا جو ہمارے بڑے مولوی ہیں اور علمائے سوء میں ان کا شمار ہوتا ہے انہوں نے بھی یہ فتویٰ دیا ہوا ہے کہ یہ (احمدی) کافر ہیں۔ بہر حال ان کا شکریہ۔ ہم تو پہلے ہی کہتے ہیں کہ یہ فتوے علمائے سوء کے ہی ہیں، کوئی حقیقی عالم ایسے فتوے نہیں دے سکتا۔ بہر حال چاہے یہ کہیں یا نہ کہیں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کے خلاف فتوے دے کر ان کا شمار علمائے سوء میں ہی ہوتا ہے۔

اس وقت میں اس عاشق رسولؐ کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق اور محبت میں بیان کی ہوئی باتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ اور شان دکھانے والی بعض تحریرات پیش کروں گا جس کا ہر ہر لفظ احمدیوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کافر کہنے والوں کے منہ پر ایک طمانچہ ہے۔

اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ سب نبیوں سے افضل نبی اور دنیا کے مربی اعظم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

''اصل حقیقت یہ ہے کہ سب نبیوں سے افضل وہ نبی ہے کہ جو دنیا کا مربی اعظم ہے یعنی وہ شخص کہ جس کے ہاتھ سے فسادِ اعظم دنیا کا اصلاح پذیر ہوا جس نے توحیدِ گم گشتہ اور ناپدید شدہ کو پھر زمین پر قائم کیا۔'' وہ توحید جو دنیا سے گم ہو گئی تھی، جس کا نام و نشان نہیں تھا اس کو قائم کیا'' جس نے تمام مذاہب باطلہ کو حجت اور دلیل سے مغلوب کر کے ہر یک گمراہ کے شبہات مٹائے۔ جس نے ہر یک ملحد کے وساوس دور کیے اور سچا سامان نجات کا......اصولِ حقہ کی تعلیم سے از سر نو عطا فرمایا۔'' فرماتے ہیں ''پس اس دلیل سے کہ اس کا فائدہ اور افاضہ سب سے زیادہ ہے اس کا درجہ اور رتبہ بھی سب سے زیادہ ہے۔ اب تواریخ بتلاتی ہے۔ کتاب آسمانی شاہد ہے اور جن کی آنکھیں ہیں وہ آپ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ نبی جو بموجب اس قاعدہ کے سب نبیوں سے افضل ٹھہرتا ہے وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔''

(براہین احمدیہ حصہ دوم، روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 97، حاشیہ نمبر 6)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق اور آپؐ کی افضلیت کی ایک دلیل دیتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں مبعوث ہوئے تھے کہ جب تمام دنیا میں شرک اور گمراہی اور مخلوق پرستی پھیل چکی تھی اور تمام لوگوں نے اصول حقہ کو چھوڑ دیا تھا اور صراط مستقیم کو بھول بھلا کر ہر یک فرقہ نے الگ الگ بدعتوں کا راستہ لے لیا تھا۔ عرب میں بت پرستی کا نہایت زور تھا۔ فارس میں آتش پرستی کا بازار گرم تھا۔ ہند میں علاوہ بت پرستی کے اور صدہا طرح کی مخلوق پرستی پھیل گئی تھی۔ اور انہیں دنوں میں کئی پوران اور پستک کہ جن کے رو سے بیسیوں خدا کے بندے خدا بنائے گئے اور اَوتار پرستی کی بنیاد ڈالی گئی تصنیف ہو چکی تھی اور بقول پادری بورٹ صاحب......'' یہاں سہو کتابت لگتی ہے۔ اصل نام ہے جان ڈیون پورٹ (John Davenport)، فرماتے ہیں ''اور کئی فاضل انگریزوں کے ان دنوں میں عیسائی مذہب سے زیادہ اور کوئی مذہب خراب نہ تھا۔ اور پادری لوگوں کی بدچلنی اور بداعتقادی سے مذہب عیسوی پر ایک سخت دھبہ لگ چکا تھا اور مسیحی عقائد میں نہ ایک نہ دو بلکہ کئی چیزوں نے خدا کا منصب لے لیا تھا۔ پس آنحضرتؐ کا ایسی عام گمراہی کے وقت میں مبعوث ہونا کہ جب خود حالت موجودہ زمانہ کی ایک بزرگ معالج اور مصلح کو چاہتی تھی اور ہدایت ربّانی کی کمال ضرورت تھی اور پھر ظہور فرما کر ایک عالم کو توحید اور اعمال صالحہ سے منور کرنا اور شرک اور مخلوق پرستی کا جو اُمّ الشّر ہے قلع قمع فرمانا اس بات پر صاف دلیل ہے کہ آنحضرتؐ خدا کے سچے رسول اور سب رسولوں سے افضل تھے۔''

(براہین احمدیہ حصہ دوم، روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 112-113، حاشیہ نمبر 10)

ایک طرف تو توحید اور اعمال صالحہ کو قائم کیا اور دوسری طرف جو مخلوق پرستی اور شرک تھا اس کو مٹایا۔ فرمایا کہ یہ چیزیں جو ہیں یہ ہر قسم کے شروں کی ماں ہیں۔ خود پادری جو ہیں انہوں نے اس کو تسلیم کیا کہ اس زمانے میں یہ شرک اس طرح پھیلا ہوا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔

پھر اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے انوار کو حاصل کرنے والے تھے اور تمام انبیاء سے اس بارے میں کامل تھے، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

''چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاک باطنی و انشراح صدری و عصمت و حیا و صدق و صفا و توکل و وفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلیٰ و اصفا تھے اس لیے خدائے جلّشانہٗ نے ان کو عطر کمالاتِ خاصّہ سے سب سے زیادہ معطّر کیا۔'' وہ تمام کمال جو ایک انسان میں ہو سکتے تھے ان میں سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معطر کیا، وہ خوشبو آپؐ میں پیدا کی ''اور وہ سینہ اور دل جو تمام اولین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر و عاشق تر تھا وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اُس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل

وارفع واتمّ ہوکر صفاتِ الٰہیہ کے دکھلانے کیلئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو‘‘ ایسی وحی نازل ہوئی جو کمال تک پہنچی ہوئی ہے، جو بلند ترین مقام تک پہنچی ہوئی ہے اور جو کامل اور مکمل ہے تاکہ صفات الٰہیہ، اللہ تعالیٰ کی صفات دکھائی جائیں اور آپؑ فرماتے ہیں کہ دکھانے کا ایک آئینہ تھا۔ آپؐ پر وہ وحی اتری اور پھر وہاں سے ریفلیکٹ (reflect) ہوکر دنیا میں پہنچی۔ فرمایا ’’سو یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف ایسے کمالات عالیہ رکھتا ہے جو اس کی تیز شعاؤں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے۔ کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہیں سکتا جو پہلے ہی سے اس میں درج نہ ہو۔ کوئی فکر ایسے برہانِ عقلی پیش نہیں کرسکتا جو پہلے ہی سے اُس نے پیش نہ کی ہو۔‘‘ یعنی ہر چیز قرآن کریم میں موجود ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ ’’کوئی تقریر ایسا قوی اثر کسی دل پر ڈال نہیں سکتی جیسے قوی اور پُر برکت اثر لاکھوں دلوں پر وہ ڈالتا آیا ہے۔‘‘ جو قرآن کریم کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ’’وہ بلاشبہ صفات کمالیّہ حق تعالیٰ کا ایک نہایت مصفّٰی آئینہ ہے جس میں سے وہ سب کچھ ملتا ہے جو ایک سالک کو مدارج عالیہ معرفت تک پہنچنے کیلئے درکار ہے۔‘‘

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن، جلد 2، صفحہ 71-72 حاشیہ)

پس یہ ہے آپؑ کا نکتہ نظر۔ اس تعلیم سے باہر کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ تو پھر کس طرح یہ الزام لگایا جاسکتا ہے کہ نعوذ باللہ آپؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے درجہ کو کم کرنے والے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جڑنے سے ہی مل سکتی ہے، آپؐ پر اتری ہوئی شریعت کو سمجھنے سے ہی مل سکتی ہے۔

پھر یہ بیان فرماتے ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو قوی الاثر قوت قدسیہ تھی وہی چیز تھی جس نے صحابہ کرامؓ کی روحانی ترقی کو بلند مقام تک پہنچایا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

’’یہ بات کسی سمجھدار پر مخفی نہیں ہوگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زاد بوم‘‘ یعنی وطن، پیدائش کی جگہ ’’ایک محدود جزیرہ نما ملک ہے جس کو عرب کہتے ہیں جو دوسرے ملکوں سے ہمیشہ بے تعلق رہ کر گویا ایک گوشۂ تنہائی میں پڑا رہا ہے۔ اس ملک کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے بالکل وحشیانہ اور درندوں کی طرح زندگی بسر کرنا اور دین اور ایمان اور حق اللہ اور حق العباد سے بے خبر محض ہونا اور سینکڑوں برسوں سے بت پرستی و دیگر ناپاک خیالات میں ڈوبے چلے آنا اور عیّاشی اور بدمستی اور شراب خواری اور قمار بازی وغیرہ فسق کے طریقوں میں انتہائی درجہ تک پہنچ جانا اور چوری اور قزّاقی اور خون ریزی اور دختر کُشی‘‘ یعنی بچوں کو، لڑکیوں کو قتل کر دینا ’’اور یتیموں کا مال کھا جانے اور بیگانہ حقوق دبا لینے کو کچھ گناہ نہ سمجھنا۔ غرض ہر یک طرح کی بری حالت اور ہر یک نوع کا اندھیرا اور ہر قسم کی ظلمت و غفلت عام طور پر تمام عربوں کے دلوں پر چھائی ہوئی ہونا ایک ایسا واقعہ مشہور ہے کہ کوئی متعصّب مخالف بھی بشرطیکہ کچھ واقفیت رکھتا ہو اس سے انکار نہیں کرسکتا۔‘‘ فرماتے ہیں ’’اور پھر یہ امر بھی ہر یک منصف پر ظاہر ہے۔‘‘ جو انصاف سے کام لینے والا ہے اس پر یہ ظاہر ہے ’’کہ وہی جاہل اور وحشی اور یاوہ اور ناپارسا طبع لوگ اسلام میں داخل ہونے اور قرآن کو قبول کرنے کے بعد‘‘ وحشی اور ناپارسا لوگ اسلام میں داخل ہونے اور قرآن کو قبول کرنے کے بعد ’’کیسے ہوگئے اور کیونکر تاثیرات کلام الٰہی اور صحبت نبی معصومؐ نے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں ان کے دلوں کو یک لخت ایسا مبدّل کر دیا‘‘ ایسا تبدیل کیا ’’کہ وہ جہالت کے بعد معارف دینی سے مالا مال ہوگئے اور محبّتِ دنیا کے بعد الٰہی محبّت میں ایسے کھوئے گئے۔‘‘ پہلے تو دنیا کی محبت تھی لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی محبت میں ایسے کھو گئے ’’کہ اپنے وطنوں اپنے مالوں اپنے عزیزوں اپنی عزتوں اپنی جان کے آراموں کو اللہ جل شانہٗ کے راضی کرنے کیلئے چھوڑ دیا۔ چنانچہ یہ دونوں سلسلے ان کی پہلی حالت اور اس نئی زندگی کے جو بعد اسلام انہیں نصیب ہوئے قرآن شریف میں ایسی صفائی سے درج ہیں کہ ایک صالح اور نیک دل آدمی پڑھنے کے وقت بے اختیار چشم پُرآب ہو جاتا ہے۔ پس وہ کیا چیز تھی جو ان کو اتنی جلدی ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف کھینچ کر لے گئی۔ وہ دو ہی باتیں تھیں۔ ایک یہ کہ وہ نبی معصومؐ اپنی قوت قدسیہ میں نہایت ہی قوی الاثر تھا ایسا کہ نہ کبھی ہوا اور نہ ہوگا۔ دوسری خدائے قادر و مطلق حیّ و قیّوم کے پاک کلام کی زبردست اور عجیب تاثیریں تھیں کہ جو ایک گروہ کثیر کو ہزاروں ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئیں۔ بلاشبہ یہ قرآنی تاثیریں خارق عادت ہیں۔‘‘ غیر معمولی ہیں ’’کیونکہ کوئی دنیا میں بطور نظیر نہیں بتلا سکتا کہ کبھی کسی کتاب نے ایسی تاثیر کی۔ کون اس بات کا ثبوت دے سکتا ہے کہ کسی کتاب نے ایسی عجیب تبدیل و اصلاح کی جیسی قرآن شریف نے کی۔‘‘

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن، جلد 2، صفحہ 76 تا 78 حاشیہ)

پھر اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ جو نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا وہ اور کسی کو نہیں ملا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو وہ ملایک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرّد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتمّ اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الانبیاء سیّد الاحیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اسکے تمام ہمرنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں۔‘‘ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والے ہیں، جو حقیقت میں آپؐ کے اسوہ پر چلنے والے ہیں۔ اور فرمایا کہ ’’یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتمّ طور پر ہمارے سیّد ہمارے مولیٰ ہمارے ہادی نبی امّی صادق مصدوق محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی جیسا کہ خود خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (الانعام:163-164) وَ اَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ (الانعام:154) قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ۔ وَ اللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (آل عمران:32) فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْھِیَ لِلّٰہِ (آل عمران:21) وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (المومن:67)‘‘ فرمایا ’’یعنی ان کو کہدے کہ میری نماز اور میری پرستش میں جدوجہد‘‘ یعنی عبادت کرنے میں جدوجہد اور کوشش ’’اور میری قربانیاں اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا سب خدا کیلئے اور اس کی راہ میں ہے۔ وہی خدا جو تمام عالموں کا ربّ ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں اوّل المسلمین ہوں۔‘‘ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ اعلان کر دو کہ میں اول المسلمین ہوں ’’یعنی دنیا کی ابتدا سے اُسکے اخیر تک میرے جیسا اور کوئی کامل انسان نہیں جو ایسا اعلیٰ درجہ کا فنافی اللہ ہو۔ جو خدا تعالیٰ کی ساری امانتیں اس کو واپس دینے والا ہو۔‘‘

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ’’اس آیت میں ان نادان موحّدوں کا ردّ ہے جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسرے انبیا پر فضیلت کُلّی ثابت نہیں۔‘‘ یعنی یہ کہ آپؐ دوسرے انبیاء پر مکمل طور پر فضیلت رکھتے ہیں یہ ثابت نہیں ہوتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان نادان موحّدوں کا ردّ اس میں پایا گیا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسرے انبیاء پر فضیلت کلّی ثابت نہیں ’’اور ضعیف

حدیثوں کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مجھ کو یونس بن متّٰی سے بھی زیادہ فضیلت دی جائے۔ یہ نادان نہیں سمجھتے کہ اگر وہ حدیث صحیح بھی ہو تب بھی وہ بطور انکسار اور تذلّل ہے جو ہمیشہ ہمارے سید صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی۔ ہر ایک بات کا ایک موقع اور محل ہوتا ہے۔‘‘ فرماتے ہیں ہر ایک بات کا ایک موقع اور محل ہوتا ہے۔’’اگر کوئی صالح اپنے خط میں احقر عباد اللہ لکھے تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ شخص درحقیقت تمام دنیا یہاں تک کہ بت پرستوں اور تمام فاسقوں سے بدتر ہے اور خود اقرار کرتا ہے کہ وہ احقر عباد اللہ ہے۔‘‘ یعنی سب لوگوں سے، اللہ تعالیٰ کے سب بندوں سے حقیر ترین ہے’’ کس قدر نادانی اور شرارت نفس ہے۔‘‘ یہ تو عاجزی کا اظہار ہے جو کوئی شخص اپنے خط میں کرتا ہے۔

فرمایا کہ’’غور سے دیکھنا چاہیے کہ جس حالت میں اللہ جلّشانہٗ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اوّل المسلمین رکھتا ہے اور تمام مطیعوں اور فرمانبرداروں کا سردار ٹھہراتا ہے اور سب سے پہلے امانت کو واپس دینے والا آنحضرت صلعم کو قرار دیتا ہے تو پھر کیا بعد اس کے کسی قرآن کریم کے ماننے والے کو گنجائش ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اعلیٰ میں کسی طرح کا جرح کر سکے۔ خدا تعالیٰ نے آیت موصوفہ بالا میں اسلام کیلئے کئی مراتب رکھ کر سب مدارج سے اعلیٰ درجہ وہی ٹھہرایا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت کو عنایت فرمایا۔‘‘ مختلف درجے ہیں اسلام میں اور سب سے اعلیٰ درجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے کیونکہ وہ درجہ آپؐ کی فطرت کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔

’’سُبحانَ اللہ مَا اَعۡظَمُ شَانَكَ یَارَسولَ اللہ‘‘

پھر فارسی شعر ہے ؎

’’موسیٰ و عیسیٰ ہمہ خیلِ تواند　　جملہ دریں راہ طفیلِ تواند‘‘

کہ موسیٰ اور عیسیٰ سب تیرے ہی لشکر ہیں، سب اس راہ میں تیرے طفیل سے ہی ہیں۔ جو بھی موسیٰ اور عیسیٰ ہیں وہ تیری پیروی کرنے والے ہی ہیں۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ’’بقیہ ترجمہ یہ ہے’’باقی آیتوں کا‘‘ کہ اللہ جلّشانہٗ اپنے رسول کو فرماتا ہے کہ ان کو کہدے کہ میری راہ جو ہے وہی راہ سیدھی ہے سو تم اسی کی پیروی کرو اور اَور راہوں پر مت چلو کہ وہ تمہیں خدا تعالیٰ سے دور ڈال دیں گی۔ ان کو کہدے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میرے پیچھے پیچھے چلنا اختیار کرو یعنی میرے طریق پر جو اسلام کی اعلیٰ حقیقت ہے، قدم مارو تب خدا تعالیٰ تم سے بھی پیار کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ ان کو کہدے کہ میری راہ یہ ہے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ اپنا تمام وجود خدا تعالیٰ کو سونپ دوں اور اپنے تئیں رب العالمین کیلئے خالص کرلوں۔‘‘ یہی مجھے حکم ہے، اور میری پیروی کرو گے تو مقام پاؤ گے، صحیح مسلمان بنو گے’’اپنے تئیں رب العالمین کیلئے خالص کرلوں یعنی اس میں فنا ہو کر جیسا کہ وہ رب العالمین ہے میں خادم العالمین بنوں اور ہمہ تن اُسی کا اور اُسی کی راہ کا ہو جاؤں۔ سو میں نے اپنا تمام وجود اور جو کچھ میرا تھا خدا تعالیٰ کا کردیا ہے اب کچھ بھی میرا نہیں جو کچھ میرا ہے وہ سب اس کا ہے۔‘‘　(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد5، صفحہ 160 تا 165)

یہ ہے وہ اعلیٰ شان جو اس اقتباس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمائی۔

پھر اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے کامل مظہر ہیں، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:’’کئی مقام قرآن شریف میں اشارات وتصریحات سے بیان ہوا ہے۔‘‘ کئی مقام قرآن شریف میں اشارات و تصریحات سے بیان ہوا ہے’’کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظہر اتم الوہیت ہیں۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے کامل مظہر ہیں۔’’اور ان کا کلام خدا کا کلام اور ان کا ظہور خدا کا ظہور اور ان کا آنا خدا کا آنا ہے چنانچہ قرآن شریف میں اس بارے میں ایک یہ آیت بھی ہے وَ قُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَ زَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا (بنی اسرائیل:82) کہہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل نے بھاگنا ہی تھا۔‘‘ فرماتے ہیں’’حق سے مراد اس جگہ اللہ جلّشانہٗ اور قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور باطل سے مراد شیطان اور شیطان کا گروہ اور شیطانی تعلیمیں ہیں۔ سو دیکھو اپنے نام میں خدائے تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیونکر شامل کرلیا اور آنحضرتؐ کا ظہور فرمانا خدائے تعالیٰ کا ظہور فرمانا ہوا۔ ایسا جلالی ظہور جس سے شیطان مع اپنے تمام لشکروں کے بھاگ گیا اور اس کی تعلیمیں ذلیل اور حقیر ہوگئیں اور اس کے گروہ کو بڑی بھاری شکست آئی۔ اسی جامعیت تامہ کی وجہ سے سورۃ آل عمران جزو تیسری میں مفصل یہ بیان ہے کہ تمام نبیوں سے عہد و اقرار لیا گیا کہ تم پر واجب و لازم ہے کہ عظمت و جلالیّت شان ختم الرسل پر جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ایمان لاؤ اور ان کی اس عظمت اور جلالیّت کی اشاعت کرنے میں بدل وجان مدد کرو۔ اسی وجہ سے حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر تا حضرت مسیح کلمۃ اللہ جس قدر نبی و رسول گزرے ہیں وہ سب کے سب عظمت و جلالیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کرتے آئے ہیں۔‘‘

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن، جلد2، صفحہ 277 تا 280 حاشیہ)

پھر آپ کے بلند مرتبہ کی شان بیان کرتے ہوئے کہ جس طرح ہمارا خدا یکتا و معبود ہے ہمارا رسول بھی یکتا و مطاع ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اپنی کتاب میں فرماتے ہیں، اس کی عربی عبارت یہ ہے کہ:

’’اَمَّا بَعۡدُ فَیَقُوۡلُ عَبۡدُ اللہِ الۡاَحَدِ اَحۡمَدُ عَافَاهُ اللہُ وَاَیَّدَ ...... وَمَا فَهَّمَنِیۡ اِلَّا رَبِّیَ الَّذِیۡ هُوَ خَیۡرُ الۡمُفَهِّمِیۡنَ ...... وَعَلَّمَنِیۡ فَاَحۡسَنَ تَعۡلِیۡمِیۡ ...... وَاَوۡحٰی اِلَیَّ اَنَّ الدِّیۡنَ هُوَ الۡاِسۡلَامُ وَاَنَّ الرَّسُوۡلَ هُوَ الۡمُصۡطَفٰی اَلسَّیِّدُ الۡاِمَامُ رَسُوۡلٌ اُمِّیٌّ اَمِیۡنٌ. فَكَمَا اَنَّ رَبَّنَا اَحَدٌ یَسۡتَحِقُّ الۡعِبَادَةَ وَحۡدَهٗ فَكَذٰلِكَ رَسُوۡلُنَا الۡمُطَاعُ وَاحِدٌ لَا نَبِیَّ بَعۡدَهٗ وَلَا شَرِیۡكَ مَعَهٗ وَاَنَّهٗ خَاتَمُ النَّبِیِّیۡنَ.‘‘

ترجمہ یہ ہے کہ’’اس کے بعد خدائے واحد کا بندہ احمد کہتا ہے (خدا اُسے عافیت میں رکھے اور تائید میں رہے)...... کہ بجز خدا کے مجھ کو کسی نے نہیں سمجھایا اور وہ سب سمجھانے والوں سے بہتر ہے...... اور اس نے مجھ کو سکھلایا اور اچھا سکھلایا...... اور مجھے الہام کیا کہ دین اللہ اسلام ہی ہے اور سچا رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سردار امام ہے جو رسول اُمّی امین ہے۔ پس جیسا کہ عبادت صرف خدا کیلئے مسلّم ہے اور وہ وحدہٗ لاشریک ہے اسی طرح ہمارا رسول اس بات میں واحد ہے کہ اُسکی پیروی کی جاوے اور اس بات میں واحد ہے کہ وہ خاتم الانبیاء ہے۔‘‘

(منن الرحمٰن، روحانی خزائن، جلد9، صفحہ 156-157، 161، 164)

یہ الزام لگاتے ہیں کہ جی دعوے سے پہلے کچھ کہا اور بعد میں کچھ کہا تو یہ ساری عبارت تو دعوے کے بعد 1895ء کی ہے۔

پھر اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ انسانی کمالات کا اپنی زندگی کے ذریعہ سے نمونہ دکھانے والے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’مجھے بتلایا گیا ہے کہ تمام دینوں میں سے دین اسلام ہی سچا ہے۔ مجھے فرمایا گیا ہے کہ تمام ہدایتوں میں سے صرف قرآنی ہدایت ہی صحت کے کامل درجہ پر اور انسانی ملاوٹوں

سے پاک ہے۔ مجھے سمجھایا گیا ہے کہ تمام رسولوں میں سے کامل تعلیم دینے والا اور اعلیٰ درجہ کی پاک اور پُرحکمت تعلیم دینے والا اور انسانی کمالات کا اپنی زندگی کے ذریعہ سے اعلیٰ نمونہ دکھلانے والا صرف حضرت سیّدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔‘‘

(اربعین نمبر 1، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 345)

آپؑ فرماتے ہیں: ’’اب کہاں ہیں وہ پادری صاحبان جو کہتے تھے کہ نعوذ باللہ حضرت سیدنا و سید الوریٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی پیشگوئی یا کوئی امر خارق عادت ظہور میں نہیں آیا۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ زمین پر وہ ایک ہی انسان کامل گزرا ہے جس کی پیشگوئیاں اور دعائیں قبول ہونا اور دوسرے خوارق ظہور میں آنا ایک ایسا امر ہے جو اب تک امت کے سچے پیروؤں کے ذریعہ سے دریا کی طرح موجیں مار رہا ہے۔‘‘ آپ نے تو سارے مذاہب کو یہ چیلنج دیا۔ آپؑ فرماتے ہیں ’’بجز اسلام وہ مذہب کہاں اور کدھر ہے جو یہ خصلت اور طاقت اپنے اندر رکھتا ہے اور وہ لوگ کہاں اور کس ملک میں رہتے ہیں جو اسلامی برکات اور نشانوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔‘‘

(اربعین نمبر 1، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 346)

آج بھی نشان دیکھنے ہیں تو صرف اور صرف اسلام میں ہی وہ نشان نظر آ سکتے ہیں، ان لوگوں میں نظر آ سکتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور حقیقی پیروی کرنے والے ہیں۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں: ’’نوع انسان کیلئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کیلئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے...... موسیٰ نے وہ متاع پائی جس کو قرونِ اولیٰ کھو چکے تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ متاع پائی جس کو موسیٰ کا سلسلہ کھو چکا تھا۔ اب محمدیؐ سلسلہ موسوی سلسلہ کے قائم مقام ہے مگر شان میں ہزار ہا درجہ بڑھ کر۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 13-14)

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں ہم نے خدا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے پایا۔ فرمایا کہ

’’اس قادر اور سچے اور کامل خدا کو ہماری روح اور ہمارا ذرہ ذرہ وجود کا سجدہ کرتا ہے جس کے ہاتھ سے ہر ایک روح اور ہر ایک ذرہ مخلوقات کا مع اپنی تمام قویٰ کے ظہور پذیر ہوا۔ اور جس کے وجود سے ہر ایک وجود قائم ہے۔‘‘ آپ فرماتے ہیں ’’اس قادر اور سچے اور کامل خدا کو ہماری روح اور ہمارا ذرہ ذرہ وجود کا سجدہ کرتا ہے جس کے ہاتھ سے ہر ایک روح اور ہر ایک ذرہ مخلوقات کا مع اپنی تمام قویٰ کے ظہور پذیر ہوا اور جس کے وجود سے ہر ایک وجود قائم ہے۔ اور کوئی چیز نہ اس کے علم سے باہر ہے اور نہ اُس کے تصرف سے۔ نہ اس کے خَلق سے۔ اور ہزاروں درود اور سلام اور رحمتیں اور برکتیں اس پاک نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں جس کے ذریعہ سے ہم نے وہ زندہ خدا پایا۔ جو آپ کلام کر کے اپنی ہستی کا آپ ہمیں نشان دیتا ہے اور آپ فوق العادت نشان دکھلا کر اپنی قدیم اور کامل طاقتوں اور قوتوں کا ہم کو چمکنے والا چہرہ دکھاتا ہے۔ سو ہم نے ایسے رسول کو پایا جس نے خدا کو ہمیں دکھلایا۔ اور ایسے خدا کو پایا جس نے اپنی کامل طاقت سے ہر ایک چیز کو بنایا۔ اس کی قدرت کیا ہی عظمت اپنے اندر رکھتی ہے جس کے بغیر کسی چیز نے نقش وجود نہیں پکڑا۔ اور جس کے سہارے کے بغیر کوئی چیز قائم نہیں رہ سکتی۔ وہ ہمارا سچا خدا بیشمار برکتوں والا ہے۔ اور بیشمار قدرتوں والا اور بیشمار حسن والا اور بیشمار احسان والا۔ اس کے سوا کوئی اور خدا نہیں۔‘‘

(نسیم دعوت، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 363)

اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ مجھے جو کچھ ملا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ملا آپؑ فرماتے ہیں: ’’میں اسی کی‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کی ’’قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اس نے ابراہیمؑ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا۔ اور پھر اسحاقؑ سے اور اسماعیلؑ سے اور یعقوبؑ سے اور یوسفؑ سے اور موسیٰؑ سے اور مسیح ابن مریم سے اور سب کے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہم کلام ہوا کہ آپ پر سب سے زیادہ روشن اور پاک وحی نازل کی ایسا ہی اس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا۔ مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا۔ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ و مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔ کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔‘‘

(تجلیاتِ الٰہیہ، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 411-412)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ’’میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اُس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے۔ اور میں اِس جگہ یہ بھی بتلاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے کہ سچی اور کامل پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب باتوں سے پہلے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ سو یاد رہے کہ وہ قلبِ سلیم ہے یعنی دل سے دنیا کی محبت نکل جاتی ہے اور دل ایک ابدی اور لازوال لذت کا طالب ہو جاتا ہے۔ پھر بعد اس کے ایک مصفّٰی اور کامل محبت الٰہی بباعث اس قلبِ سلیم کے حاصل ہوتی ہے اور یہ سب نعمتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے بطور وراثت ملتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: 32) یعنی ان کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 64-65)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتی ہے، اس بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ ’’اللہ تعالیٰ نے اپنا کسی کے ساتھ پیار کرنا اس بات سے مشروط کیا ہے کہ ایسا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے۔‘‘

ایک صاحب کے اعتراض کے جواب میں آپؑ نے یہ فرمایا کہ ’’اگر کوئی کہے کہ غرض تو اعمال صالحہ بجالانا ہے تو پھر ناجی اور مقبول بننے کیلئے پیروی کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اعمالِ صالحہ کا صادر ہونا خدا تعالیٰ کی توفیق پر موقوف ہے۔ پس جبکہ خدا تعالیٰ نے ایک کو اپنی عظیم الشان مصلحت سے امام اور رسول مقرر فرمایا اور اس کی اطاعت کیلئے حکم دیا تو جو شخص اس حکم کو پا کر پیروی نہیں کرتا اس کو اعمال صالحہ کی توفیق نہیں دی جاتی۔‘‘ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کی پیروی کرنا بہرحال ضروری ہے۔ صرف اپنے اعمال کام نہیں آتے اور سب سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ضروری ہے۔

فرماتے ہیں ’’چنانچہ میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے۔ اِس طرح پر کہ خود

اس کے دل میں محبتِ الٰہی کی ایک سوزش پیدا کر دیتا ہے۔ تب ایسا شخص ہر ایک چیز سے دل برداشتہ ہو کر خدا کی طرف جھک جاتا ہے اور اس کا اُنس و شوق صرف خدا تعالیٰ سے باقی رہ جاتا ہے۔ تب محبت الٰہی کی ایک خاص تجلی اس پر پڑتی ہے اور اس کو ایک پورا رنگ عشق اور محبت کا دے کر قوی جذبہ کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ تب جذباتِ نفسانیہ پر وہ غالب آجاتا ہے اور اس کی تائید اور نصرت میں ہر ایک پہلو سے خدا تعالیٰ کے خارق عادت افعال نشانوں کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 67-68 مع حاشیہ)

فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ تو ایسی ہے کہ وہ نبی بناتی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ''اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپؐ کو افاضۂ کمال کیلئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔ یہی معنی اس حدیث کے ہیں کہ عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ كَاَنْبِیَاءِ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہونگے اور بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت نبی آئے مگر انکی نبوت موسیٰ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا بلکہ وہ نبوتیں براہ راست خدا کی ایک موہبت تھیں۔ حضرت موسیٰ کی پیروی کا اس میں ایک ذرّہ کچھ دخل نہ تھا۔'' (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 100 حاشیہ)

پس میں اب علماء کو کہتا ہوں کہ اے نام نہاد علماء سوچو اور غور کرو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو نبی تراش کا مقام دینے سے آپؐ کی شان بڑھتی ہے یا گھٹتی ہے؟ لیکن تم اس بات پر غور نہیں کرو گے کیونکہ دنیاوی مفادات اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن ہم یقین کامل سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ شان اور اعلیٰ مقام کا ادراک حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے ہی عطا فرمایا ہے۔ پس ہر احمدی کا خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کو فرض کرے تا کہ ان برکات سے ہم فیضیاب ہو سکیں جو آپؐ کی ذات بابرکات سے سچا تعلق رکھنے سے وابستہ ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپؐ کی ذات پر درود بھیجنے کی اہمیت پر توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی صدق و وفا دیکھئے۔ آپؐ نے ہر ایک قسم کی بدتحریک کا مقابلہ کیا۔ طرح طرح کے مصائب و تکالیف اٹھائے لیکن پروا نہ کی۔ یہی صدق و وفا تھا جسکے باعث اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب: 57) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے رسولؐ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم درود و سلام بھیجو نبیؐ پر۔''

فرمایا کہ ''اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کیلئے کوئی لفظ خاص نہ فرمایا'' محدود نہیں کیا۔ ''لفظ تو مل سکتے تھے لیکن'' اللہ تعالیٰ نے ''خود استعمال نہ کیے۔ یعنی آپؐ کے اعمال صالحہ کی تعریف تحدید سے بیرون تھی۔'' اللہ تعالیٰ اس کی حد مقرر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ''اس قسم کی آیت کسی اور نبی کی شان میں استعمال نہ کی۔'' فرمایا کہ ''آپؐ کی روح میں وہ صدق و وفا تھا اور آپؐ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کیلئے یہ حکم دیا۔ کہ آئندہ لوگ شکر گزاری کے طور پر درود بھیجیں۔''

(ملفوظات، جلد 1، صفحہ 37-38، ایڈیشن 1985، مطبوعہ انگلستان)

پھر اس بات کو بیان فرماتے ہوئے، مزید کھولتے ہوئے کہ درود کس غرض سے پڑھنا چاہئے، آپؑ فرماتے ہیں کہ

''درود شریف......اس غرض سے پڑھنا چاہیے کہ تا خداوند کریم اپنی کامل برکات اپنے نبی کریمؐ پر نازل کرے اور اس کو تمام عالم کیلئے سرچشمہ برکتوں کا بناوے اور اس کی بزرگی اور اس کی شان و شوکت اِس عالم اور اُس عالم میں ظاہر کرے۔ یہ دعا حضور تام سے ہونی چاہئے۔'' یعنی دلی جوش سے ہونی چاہیے۔ ''جیسے کوئی اپنی مصیبت کے وقت حضور تام سے دعا کرتا ہے۔'' خاص توجہ سے دعا کرتا ''بلکہ اس سے بھی زیادہ تضرع اور التجا کی جائے اور کچھ اپنا حصہ نہیں رکھنا چاہئے کہ اس سے مجھ کو یہ ثواب ہوگا یا یہ درجہ ملے گا بلکہ خالص یہی مقصود چاہیے کہ برکات کاملہ الٰہیہ حضرت رسول مقبولؐ پر نازل ہوں اور اس کا جلال دنیا اور آخرت میں چمکے اور اسی مطلب پر انعقاد ہمت چاہئے اور دن رات دوام توجہ چاہیے یہاں تک کہ کوئی مراد اپنے دل میں اس سے زیادہ نہ ہو۔''

(مکتوبات احمد، جلد 1، صفحہ 523، مکتوب بنام میر عباس علی صاحب، مکتوب نمبر 10)

پھر ہمیں درود شریف پڑھنے کی نصیحت کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

''درود شریف......بکثرت پڑھو۔ مگر نہ رسم اور عادت کے طور پر بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اور احسان کو مدّنظر رکھ کر اور آپ کے مدارج اور مراتب کی ترقی کیلئے، اور آپ کی کامیابیوں کے واسطے۔''

(ملفوظات، جلد 9، صفحہ 23، ایڈیشن 1985ء، مطبوعہ انگلستان)

آپ کی کامیابیاں کیا ہیں؟ کہ حقیقی اسلام کا دنیا میں پھیلنا اور قائم ہونا، اسلام کے نام پر آجکل جو شر اور فساد پھیلے ہوئے ہیں ان کا خاتمہ کرنا۔ پس آج ہر احمدی کا فرض ہے کہ ایسی حالت اپنے پر طاری کرے اور اس طرح دعائیں کرے اور درود بھیجے اور یہی ہمارے لیے ذریعہ ہے کہ دعاؤں کے ذریعہ سے دنیا کے شرور کا خاتمہ ہم کریں۔

پھر ایک موقع پر ایک مرید کو درود پڑھنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپؑ نے فرمایا: ''آپ درود شریف کے پڑھنے میں بہت ہی متوجہ رہیں اور جیسا کوئی اپنے پیارے کیلئے فی الحقیقت برکت چاہتا ہے ایسے ہی ذوق اور اخلاص سے حضرت نبی کریمؐ کیلئے برکت چاہیں اور بہت ہی تضرع سے چاہیں اور اس تضرع اور دعا میں کچھ بناوٹ نہ ہو بلکہ چاہیے کہ حضرت نبی کریمؐ سے سچی دوستی اور محبت ہو اور فی الحقیقت روح کی سچائی سے وہ برکتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مانگی جائیں کہ جو درود شریف میں مذکور ہیں......اور ذاتی محبت کی یہ نشانی ہے کہ انسان کبھی نہ تھکے اور نہ کبھی ملول ہو اور نہ اغراض نفسانی کا دخل ہو اور محض اسی غرض کیلئے پڑھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خداوند کریم کے برکات ظاہر ہوں۔''

(مکتوبات احمد، جلد 1، صفحہ 534-535، مکتوب بنام میر عباس علی صاحب، مکتوب نمبر 18)

درود شریف پڑھنے کی حکمت کے بارے میں ایک جگہ آپؑ نے بیان فرمایا کہ:

''اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دوسرے کی دعا کی حاجت نہیں لیکن اس میں ایک نہایت عمیق بھید ہے۔'' بڑا گہرا راز ہے ''جو شخص ذاتی محبت سے کسی کیلئے رحمت اور برکت چاہتا ہے وہ بباعث علاقہ ذاتی محبت کے اس شخص کے وجود کی ایک جز ہو جاتا ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فیضان حضرت احدیت کے بے انتہا ہیں اس لیے درود بھیجنے والوں کو کہ جو ذاتی محبت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے برکت چاہتے ہیں بے انتہا برکتوں سے بقدر اپنے جوش کے حصہ ملتا ہے مگر بغیر روحانی جوش اور ذاتی محبت کے یہ فیضان بہت ہی کم ظاہر ہوتا ہے۔''

(مکتوبات احمد، جلد 1، صفحہ 535، مکتوب بنام میر عباس علی صاحب، مکتوب نمبر 18)

پس انتہائی ذاتی جوش اور محبت کے جذبہ کے ساتھ درود بھی بھیجنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ درود شریف پڑھنے کے بارے میں یہ جوش ہم میں پیدا فرمائے اور ہم حقیقی رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والے ہوں اور ان کامیابیوں اور فتوحات کو دیکھنے اور اس کا حصہ پانے والے ہوں جن کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہوا ہے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کے ذریعہ اس زمانے میں مقدر کی گئی ہیں۔ ہمیں کسی حکومت اور کسی عالم دین، نام نہاد عالم دین کی سند کی ضرورت نہیں کہ ہم مسلمان ہیں یا نہیں یا کسی فارم پہ لکھنے سے ہم مسلمان یا غیر مسلم نہیں بن جاتے۔ صرف اور صرف ایک سند ہمیں چاہیے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو اور وہ اسی وقت ہمیں وہ سند عطا فرمائے گا جب ہم حقیقت میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا حق ادا کرنے والے بنیں گے، آپؐ کی پیروی کرنے والے بنیں گے۔ ہمارے درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ کر پھر ہمیں بھی ان برکات کا حصہ دار بنائیں گے جن کا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اب اس طرح یہ سال بھی اختتام کو پہنچ رہا ہے۔ بعض ملکوں میں چوبیس گھنٹے اور بعض میں دو دن اور دو راتیں باقی ہیں۔ پس اِن آخری دنوں کو بھی درود سے بھر دیں اور نئے سال کا استقبال بھی درود اور سلام سے کریں تا کہ ہم جلد از جلد ان برکات کو حاصل کرنے والے ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے، ہر مخالف سے ہمیں بچائے اور ان کے شر ان پر الٹائے۔

اب ہم دعا کریں گے۔ دعا میں شامل ہو جائیں میرے ساتھ۔ (دعا)

(دعا کے بعد حضورِ انور نے فرمایا) اس وقت جلسہ سالانہ قادیان میں حاضری جو ہے مَیں نے اٹھارہ انیس ہزار بتائی تھی، exact جو فِگر (figure) سامنے آئے ہیں اس کے مطابق اس وقت وہاں اٹھارہ ہزار آٹھ سو چونسٹھ کی حاضری ہے اور اڑتالیس ممالک کی نمائندگی ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس جلسہ کی برکات سے فیض اٹھانے کی توفیق دے اور وہاں جو مہمان آئے ہوئے ہیں، مختلف ملکوں سے آئے ہوئے ہیں، پاکستان سے آئے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو خیریت سے اپنے اپنے ملکوں میں لے کر جائے اور اپنی حفاظت میں رکھے۔ یہاں یوکے کی جو حاضری ہے اس وقت وہ پانچ ہزار تین سو پینسٹھ ہے اور عورتوں کی تقریباً دو ہزار چار سو اور مردوں کی دو ہزار چھ سو۔ اب یہ قادیان والے جو انہوں نے اپنا اگلا پروگرام پیش کرنا ہے وہ کرنا شروع کر دیں۔

......☆......☆......☆......

ارشاد باری تعالیٰ

رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آل عمران:17)

اَے ہمارے ربّ! یقیناً ہم ایمان لے آئے
پس ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

کلامُ الامام

ایک مسلمان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنے کے واسطے ہمہ تن تیار رہنا چاہئے

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 407)

نعت

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ

بدرگاہ ذی شانِ خَیرُ الْاَنَام
شفیعُ الوَرٰی مَرْجَعِ خاص و عام

بصد عجز و مِنت، بصد احترام
یہ کرتا ہے عرض آپ کا اِک غلام

کہ اے شاہِ کونین عالی مقام
عَلَیْكَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْكَ السَّلَامُ

حسینانِ عالَم ہوئے شرمگیں
جو دیکھا وہ حسن اور وہ نور جبیں

پھر اِس پر وہ اَخلاق اکمل تریں
کہ دُشمن بھی کہنے لگے آفریں

زہے خُلق کامل زہے حسنِ تام
عَلَیْكَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْكَ السَّلَامُ

خَلائق کے دل تھے یقیں سے تہی
بتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی

ضلالت تھی دنیا پہ وہ چھا رہی
کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی

ہوا آپ کے دم سے اُس کا قیام
عَلَیْكَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْكَ السَّلَامُ

محبت سے گھائل کیا آپ نے
دلائل سے قائل کیا آپ نے

جہالت کو زائل کیا آپ نے
شریعت کو کامل کیا آپ نے

بیاں کر دیئے سب حلال و حرام
عَلَیْكَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْكَ السَّلَامُ

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال
وہ سب جمع ہیں آپ میں لامحال

صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال
ہر اِک رنگ ہے بس عدیم المثال

لیا ظُلم کا عفو سے انتقام
عَلَیْكَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْكَ السَّلَامُ

مقدس حیات اور مطہر مذاق
اطاعت میں یکتا عبادت میں طاق

سوارِ جہانگیرِ یکراں براق
کہ بگذشت از قصرِ نیلی رواق

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
عَلَیْكَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْكَ السَّلَامُ

علمدارِ عشاقِ ذاتِ یگاں
سپہ دار افواجِ قدّوسیاں

معارف کا اِک قلزم بیکراں
افاضات میں زندۂ جاوداں

پلا ساقیا آبِ کوثر کا جام
عَلَیْكَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْكَ السَّلَامُ

(بخارِ دل)

❁❁❁

”یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، جب آپ سلامت ہیں تو کوئی مرے مجھے کوئی پرواہ نہیں“

”عیسائی دنیا مریم مگدلینی اور اس کی ساتھی عورتوں کی اِس بہادری پر خوش ہے کہ وہ مسیح کی قبر پر صبح کے وقت دشمنوں سے چھپ کر پہنچی تھیں۔ میں اُن سے کہتا ہوں آؤ اور ذرا میرے محبوب کے مخلصوں اور فدائیوں کو دیکھو کہ کن حالتوں میں اُنہوں نے اُس کا ساتھ دیا اور کن حالتوں میں اُنہوں نے توحید کے جھنڈے کو بلند کیا“

((حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی کتاب ”دیباچہ تفسیر القرآن“ سے جنگ اُحد کے متعلق ایک ایمان افروز باب))

جنگ احد

کفّار کے لشکر نے (جنگ بدر کے) میدان سے بھاگتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ اگلے سال ہم دوبارہ مدینہ پر حملہ کریں گے اور اپنی شکست کا مسلمانوں سے بدلہ لیں گے چنانچہ ایک سال کے بعد وہ پھر پوری تیاری کر کے مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ مکہ والوں کے غصہ کا یہ حال تھا کہ بدر کی جنگ کے بعد اُنہوں نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ کسی شخص کو اپنے مُردوں پر رونے کی اجازت نہیں اور جو تجارتی قافلے آئیں گے اُن کی آمد آئندہ جنگ کیلئے محفوظ رکھی جائے گی۔ چنانچہ بڑی تیاری کے بعد تین ہزار سپاہیوں سے زیادہ تعداد کا ایک لشکر ابوسفیان کی قیادت میں مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے مشورہ لیا کہ آیا ہم کو شہر میں ٹھہر کر مقابلہ کرنا چاہئے یا باہر نکل کر۔ آپ کا اپنا خیال یہی تھا کہ دشمن کو حملہ کرنے دیا جائے تا کہ جنگ کی ابتداء کا بھی وہی ذمہ وار ہو اور مسلمان اپنے گھروں میں بیٹھ کر اُسکا مقابلہ آسانی سے کر سکیں، لیکن وہ نوجوان مسلمان جن کو بدر کی جنگ میں شامل ہونے کا موقع نہیں ملا تھا اور جن کے دلوں میں حسرت رہی تھی کہ کاش! ہم کو بھی خدا کی راہ میں شہید ہونے کا موقع ملتا اُنہوں نے اصرار کیا کہ ہمیں شہادت سے کیوں محروم رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ نے اُن کی بات مان لی۔

مشورہ لیتے وقت آپ نے اپنی ایک خواب بھی سنائی۔ فرمایا خواب میں مَیں نے ایک گائے دیکھی ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ میری تلوار کا سرا ٹوٹ گیا ہے اور میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ وہ گائے ذبح کی جارہی ہے اور پھر یہ کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط اور محفوظ زِرہ کے اندر ڈالا ہے اور میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ میں ایک مینڈھے کی پیٹھ پر سوار ہوں۔ صحابہؓ نے کہا یَارَسُوْلَ اللہ! آپ نے اِن خوابوں کی کیا تعبیر فرمائی؟ آپ نے فرمایا گائے کے ذبح ہونے کی تعبیر یہ ہے کہ میرے بعض صحابہؓ شہید ہوں گے اور تلوار کا سرا ٹوٹنے سے مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ میرے عزیزوں میں سے کوئی اہم وجود شہید ہوگا یا شاید مجھے ہی اس مہم میں کوئی تکلیف پہنچے اور زرہ کے اندر ہاتھ ڈالنے کی تعبیر میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارا مدینہ میں ٹھہرنا زیادہ مناسب ہے اور مینڈھے پر سوار ہونے والے خواب کی تعبیر یہ معلوم ہوتی ہے کہ کفّار کے لشکر کے سردار پر ہم غالب آئیں گے یعنی وہ مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔

گو اس خواب میں مسلمانوں پر یہ واضح کر دیا گیا تھا کہ اُن کا مدینہ میں رہنا زیادہ اچھا ہے مگر چونکہ خواب کی تعبیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی تھی، الہامی نہیں تھی آپ نے اکثریت کی رائے کو تسلیم کر لیا اور لڑائی کے لئے باہر جانے کا فیصلہ کر دیا۔ جب آپ باہر نکلے تو نوجوانوں کو اپنے دلوں میں ندامت محسوس ہوئی اور اُنہوں نے کہا یَارَسُوْلَ اللہ! جو آپ کا مشورہ ہے وہی صحیح ہے ہمیں مدینہ میں ٹھہر کر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا خدا کا نبی جب زرہ پہن لیتا ہے تو اُتارا نہیں کرتا اب خواہ کچھ ہو ہم آگے ہی جائیں گے۔ اگر تم نے صبر سے کام لیا تو خدا کی نصرت تم کو مل جائے گی۔ یہ کہہ کر آپ ایک ہزار لشکر کے ساتھ مدینہ سے نکلے اور تھوڑے فاصلہ پر جا کر رات بسر کرنے کیلئے ڈیرہ لگا دیا۔ آپ کا ہمیشہ طریق تھا کہ آپ دشمن کے پاس پہنچ کر اپنے لشکر کو کچھ دیر آرام کرنے کا موقع دیا کرتے تھے تا کہ وہ اپنے سامان وغیرہ تیار کر لیں۔ صبح کی نماز کے وقت جب آپ نکلے تو آپ کو معلوم ہوا کہ کچھ یہودی بھی اپنے معاہد قبیلوں کی مدد کے بہانہ سے آئے ہیں۔ چونکہ یہود کی ریشہ دوانیوں کا آپ کو علم ہو چکا تھا آپ نے فرمایا کہ اِن لوگوں کو واپس کر دیا جائے۔ اِس پر عبداللہ بن ابی بن سلول جو منافقوں کا رئیس تھا وہ بھی اپنے تین سَو ساتھیوں کو لے کر یہ کہتے ہوئے واپس لوٹ گیا کہ اب یہ لڑائی نہیں رہی۔ یہ تو ہلاکت کے منہ میں جانا ہے کیونکہ خود اپنے مددگاروں کو لڑائی سے روکا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان صرف سات سَو رہ گئے جو تعداد میں کفّار کی تعداد سے چوتھے حصہ سے بھی کم تھے اور سامانوں کے لحاظ سے اور بھی کمزور۔ کیونکہ کفّار میں سات سَو زِرہ پوش تھا اور مسلمانوں میں صرف ایک سو زِرہ پوش۔ اور کفّار میں دوسَو گھوڑ سوار تھا مگر مسلمانوں کے پاس دو گھوڑے تھے۔ آخر آپ اُحد مقام پر پہنچے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے ایک پہاڑی درّہ کی حفاظت کے لئے پچاس سپاہی مقرر کئے اور سپاہیوں کے افسر کو تاکید کی کہ یہ درّہ اتنا ضروری ہے کہ خواہ ہم مارے جائیں یا جیت جائیں تم اِس جگہ سے نہیں ہلنا۔ اِس کے بعد آپ بقیہ ساڑھے چھ سَو آدمی لے کر دشمن کے مقابلہ کیلئے نکلے جو اَب دشمن کی تعداد سے قریباً پانچواں حصہ تھے۔ لڑائی ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت سے تھوڑی دیر میں ساڑھے چھ سَو مسلمانوں کے مقابلہ میں تین ہزار مکہ کا تجربہ کار سپاہی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔

فتح مبدّل بہ شکست

مسلمانوں نے اُن کا تعاقب شروع کیا، تو وہ لوگ نے جو پشت کے درّہ کی حفاظت کیلئے کھڑے تھے اُنہوں نے اپنے افسر سے کہا اب تو دشمن کو شکست ہو چکی ہے اب ہمیں بھی جہاد کا ثواب لینے دیا جائے۔ افسر نے اُن کو اِس بات سے روکا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات یاد دلائی مگر اُنہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا تھا صرف تاکید کیلئے فرمایا تھا ورنہ آپ کی مراد یہ تو نہ ہو سکتی تھی کہ دشمن بھاگ بھی جائے تو یہاں کھڑے رہو۔ یہ کہہ کر اُنہوں نے درّہ چھوڑ دیا اور میدانِ جنگ میں کود پڑے۔ بھاگتے ہوئے لشکر میں سے خالد بن ولید کی جو بعد میں اِسلام کے بڑے بھاری جرنیل ثابت ہوئے نظر خالی درّہ پر پڑی جہاں صرف چند آدمی اپنے افسر کے ساتھ کھڑے تھے۔ خالدؓ نے کفّار کے لشکر کے دوسرے جرنیل عمرو ابن العاص کو آواز دی اور کہا ذرا پیچھے پہاڑی درّہ پر نگاہ ڈالو۔ عمرو ابن العاص نے جب درہ پر نگاہ ڈالی تو اس نے سمجھا کہ عمر کا بہترین موقع مجھے حاصل ہو رہا ہے۔ اپنے بھاگتے ہوئے دستوں کو دونوں جرنیلوں نے سنبھالا اور اِسلامی لشکر کا بازو کاٹتے ہوئے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ چند مسلمان جو وہاں درّہ کی حفاظت کیلئے کھڑے رہ گئے تھے، اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہوئے پشت پر سے اِسلامی لشکر پر آ پڑے۔ اُن کے فاتحانہ نعروں کو سن کر سامنے کا بھاگتا ہوا بقیہ لشکر بھی میدان جنگ کی طرف لوٹ پڑا۔ یہ حملہ ایسا اچانک ہوا اور کافروں کا تعاقب کرنے کی وجہ سے مسلمان اتنے پھیل چکے تھے کہ کوئی باقاعدہ اِسلامی لشکر اُن لوگوں کے مقابلہ میں نہیں تھا۔ اکیلا اکیلا سپاہی میدان میں نظر آ رہا تھا، جن میں سے بعض کو اُن لوگوں نے مار دیا۔ باقی اِس حیرت میں کہ یہ ہو کیا گیا ہے پیچھے کی طرف دوڑے۔ چند صحابہؓ دوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے، جن کی تعداد زیادہ سے زیادہ تیس تھی۔ کفّار نے شدت کے ساتھ اُس مقام پر حملہ کیا جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کھڑے تھے۔ یکے بعد دیگرے صحابہؓ آپ کی حفاظت کرتے ہوئے مارے جانے لگے۔ علاوہ شمشیر زنوں کے تیر انداز اُونچے ٹیلوں پر کھڑے ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بے تحاشہ تیر مارتے تھے۔ اُس وقت طلحہؓ جو قریش میں سے تھے اور مکہ کے مہاجرین میں شامل تھے یہ دیکھتے ہوئے کہ دشمن سب کے سب تیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کی طرف پھینک رہا ہے اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کے آگے کھڑا کر دیا۔ تیر کے بعد تیر جو نشانہ پر گرتا تھا وہ طلحہؓ کے ہاتھ پر گرتا تھا، مگر جانباز اور وفادار صحابیؓ اپنے ہاتھ کو کوئی حرکت نہیں دیتا تھا۔ اِس طرح تیر پڑتے گئے اور طلحہؓ کا ہاتھ زخموں کی شدت کی وجہ سے بالکل بیکار ہو گیا اور صرف ایک ہی ہاتھ اُن کا باقی رہ گیا۔ سالہا سال بعد اِسلام کی چوتھی خلافت کے زمانہ میں جب مسلمانوں میں خانہ جنگی واقع ہوئی تو کسی دشمن نے طعنہ کے طور پر طلحہؓ کو کہا، ٹنڈا۔ اِس پر ایک دوسرے صحابیؓ نے کہا ہاں ٹنڈا ہی ہے مگر کیسا مبارک ٹنڈا ہے۔ تمہیں معلوم ہے طلحہؓ کا یہ ہاتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کی حفاظت میں ٹنڈا ہوا تھا۔ اُحد کی جنگ کے بعد کسی شخص نے طلحہؓ سے پوچھا کہ جب تیر آپ کے ہاتھ پر گرتے تھے تو کیا آپ کو درد نہیں ہوتی تھی اور کیا آپ کے منہ سے اُف نہیں نکلتی تھی؟ طلحہؓ نے جواب دیا۔ درد بھی ہوتی تھی اور اُف بھی نکلنا چاہتی تھی، لیکن میں اُف کرتا نہیں تھا تا ایسا نہ ہو کہ اُف کرتے وقت میرا ہاتھ ہل جائے اور تیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر آ گرے۔

مگر یہ چند لوگ کب تک اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ لشکر کفّار کا ایک گروہ آگے بڑھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد سپاہیوں کو دھکیل کر اُس نے پیچھے کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تن تنہا پہاڑ کی طرح وہاں کھڑے تھے کہ زور سے ایک پتھر آپ کے خود پر لگا اور خود کے کیل آپ کے سر میں گھس گئے اور آپ بیہوش ہو کر اُن صحابہؓ کی لاشوں پر جا گرے جو آپ کے اِرد گرد لڑتے ہوئے شہید ہو چکے تھے۔ اسکے بعد کچھ اور صحابہؓ آپ کے جسم کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہوئے اور اُن کی لاشیں آپ کے جسم پر جا گریں۔ کفّار نے آپ کے جسم کو لاشوں کے نیچے دبا ہوا دیکھ کر سمجھا کہ آپ مارے جا چکے ہیں۔ چنانچہ مکہ کا لشکر اپنی صفوں کو درست کرنے کیلئے پیچھے ہٹ گیا۔ جو صحابہؓ آپ کے گرد کھڑے تھے اور جن کو کفّار کے لشکر کا ریلا دھکیل کر پیچھے لے گیا تھا اُن میں حضرت عمرؓ بھی تھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ میدان سب لڑنے والوں سے صاف ہو چکا ہے تو آپ کو یقین ہو گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں اور وہ شخص جس نے بعد میں ایک ہی وقت میں قیصر اور کسریٰ کا مقابلہ بڑی دلیری سے کیا اور اُس کا دل کبھی نہ گھبرایا اور کبھی نہ ڈرا وہ ایک پتھر پر بیٹھ کر بچوں کی طرح رونے لگ گیا۔ اِتنے میں مالکؓ نامی ایک صحابی جو اِسلامی لشکر کی فتح کے وقت پیچھے ہٹ گئے تھے کیونکہ اُنہیں فاقہ تھا اور رات سے اُنہوں نے کچھ نہیں کھایا تھا جب فتح ہو گئی تو وہ چند کھجوریں لے کر پیچھے کی طرف چلے گئے تا کہ اُنہیں کھا کر اپنی بھوک کا علاج کریں۔ وہ فتح کی خوشی میں ٹہل رہے تھے کہ ٹہلتے ٹہلتے حضرت عمرؓ تک جا پہنچے اور عمرؓ کو روتے ہوئے دیکھ کر نہایت ہی حیران ہوئے اور حیرت سے پوچھا۔ عمر! آپ کو کیا ہوا؟ اِسلام کی فتح پر آپ کو خوش ہونا چاہیئے یا رونا چاہیئے؟ عمرؓ نے جواب میں کہا مالک! شاید تم فتح کے معاً بعد پیچھے ہٹ آئے تھے تمہیں معلوم نہیں کہ لشکر کفّار پہاڑی کے دامن سے چکر کاٹ کر اِسلامی لشکر پر حملہ آور ہوا اور چونکہ مسلمان پراگندہ ہو چکے تھے اُن کا مقابلہ کوئی نہ کر سکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ سمیت اُن کے مقابلہ کیلئے کھڑے ہوئے اور مقابلہ کرتے کرتے شہید ہو گئے۔ مالکؓ نے کہا عمرؓ!! اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو آپ یہاں بیٹھے کیوں رو رہے ہیں؟ جس دنیا میں ہمارا محبوب گیا ہے ہمیں بھی تو وہیں جانا چاہیئے۔ یہ کہا اور وہ آخری کھجور جو آپ کے ہاتھ میں تھی جسے آپ منہ میں ڈالنے ہی والے تھے اُسے یہ کہتے ہوئے زمین پر پھینک دیا کہ اے کھجور! مالک اور جنت کے درمیان تیرے سِوا اور کونسی چیز روک ہے۔ یہ کہا اور تلوار لے کر دشمن کے لشکر میں گھس گئے۔ تین ہزار آدمی کے مقابلہ میں ایک آدمی کر ہی کیا سکتا تھا مگر خدائے واحد کی پرستار روح ایک بھی بہتوں پر بھاری ہوتی ہے۔ مالکؓ اِس بے جگری سے لڑے کہ دشمن حیران ہو گیا۔ مگر آخر زخمی ہوئے پھر گرے اور گر کر بھی دشمن کے سپاہیوں پر حملہ کرتے رہے جس کے نتیجہ میں کفّارِ مکہ نے اِس وحشت سے آپ پر حملہ کیا کہ جنگ کے بعد آپ کی لاش کے 70 ٹکڑے ملے حتی کہ آپ کی لاش پہچانی نہیں جاتی تھی۔ آخر ایک اُنگلی سے آپ کی بہن نے پہچان کر بتایا کہ یہ میرے بھائی مالک کی لاش ہے۔

وہ صحابہؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد تھے اور جو کفّار کے ریلے کی وجہ سے پیچھے دھکیل دیئے گئے تھے کفّار کے پیچھے ہٹتے ہی وہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ کے جسم مبارک کو اُنہوں نے اُٹھایا اور ایک صحابی عبیدہ بن الجراحؓ نے اپنے دانتوں سے آپ کے سر میں گھسی ہوئی میخ کو زور سے نکالا جس سے اُن کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ تھوڑی دیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوش آ گیا اور صحابہؓ نے چاروں طرف میدان میں آدمی دوڑا دیئے کہ مسلمان پھر اکٹھے ہو جائیں۔ بھاگا ہوا لشکر پھر جمع ہونا شروع ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُنہیں لے کر پہاڑ کے دامن میں چلے گئے۔ جب دامنِ پہاڑ میں بچا کھچا لشکر کھڑا تھا تو ابوسفیان نے بڑے زور سے آواز دی اور کہا ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی بات کا جواب نہ دیا تا ایسا نہ ہو دشمن حقیقت حال سے واقف ہو کر حملہ کر دے اور زخمی مسلمان پھر دوبارہ دشمن کے حملہ کا شکار ہو جائیں۔ جب اِسلامی لشکر سے اِس بات کا کوئی جواب نہ ملا تو ابوسفیان کو یقین ہو گیا کہ اُس کا خیال درست ہے اور اس نے بڑے زور سے آواز دے کر کہا ہم نے ابوبکرؓ کو بھی مار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو بھی حکم فرمایا کہ کوئی جواب نہ دیں۔ پھر ابوسفیان نے آواز دی ہم نے عمرؓ کو بھی مار دیا۔ تب عمرؓ جو بہت جوشیلے آدمی تھے اُنہوں نے اُس کے جواب میں یہ کہنا چاہا کہ ہم لوگ خدا کے فضل سے زندہ ہیں اور تمہارے مقابلہ کے لئے تیار ہیں مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ مسلمانوں کو تکلیف میں مت ڈالو اور خاموش رہو۔ اب کفّار کو یقین ہو گیا کہ اِسلام کے بانی کو بھی اور اُن کے دائیں بائیں بازو کو بھی ہم نے مار دیا ہے۔ اِس پر ابوسفیان اور اُس کے ساتھیوں نے خوشی سے نعرہ لگایا اُعْلُ ھُبُل۔ اُعْلُ ھُبُل۔ ہمارے معزز بت ہبل کی شان بلند ہو کہ اُس نے آج اِسلام کا خاتمہ کر دیا ہے۔ وہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنی موت کے اعلان پر، ابوبکرؓ کی موت کے اعلان پر اور عمرؓ کی موت کے اعلان پر خاموشی کی نصیحت فرما رہے تھے تا ایسا نہ ہو کہ زخمی مسلمانوں پر پھر کفّار کا لشکر لوٹ کر حملہ کر دے اور مٹھی بھر مسلمان اُس کے ہاتھوں شہید ہو جائیں، اب جبکہ خدائے واحد کی عزت کا سوال پیدا ہوا اور شرک کا نعرہ میدان میں مارا گیا تو آپ کی روح بے تاب ہو گئی اور آپ نے نہایت جوش سے صحابہؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا تم لوگ جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہ نے کہا یَا رَسُوْلَ اللہ! ہم کیا کہیں؟ فرمایا کہو اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ۔ اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ۔ تم جھوٹ بولتے ہو کہ ہبل کی شان بلند ہوئی۔ اللہ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ ہی معزز ہے اور اُس کی شان بالا ہے۔ اور اس طرح آپ نے اپنے زندہ ہونے کی خبر دشمنوں کو پہنچا دی۔ اِس دلیرانہ اور بہادرانہ جواب کا اثر کفّار کے لشکر پر اتنا گہرا پڑا کہ باوجود اِس کے کہ اُن کی اُمیدیں اس جواب سے خاک میں مل گئیں اور باوجود اسکے کہ اُن کے سامنے مٹھی بھر زخمی مسلمان کھڑے ہوئے تھے جن پر حملہ کر کے اُن کو مار دینا مادی قوانین کے لحاظ سے بالکل ممکن تھا وہ دوبارہ حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے اور جس قدر فتح اُن کو نصیب ہوئی تھی اُسی کی خوشیاں مناتے ہوئے مکہ کو واپس چلے گئے۔

اُحد کی جنگ میں بظاہر فتح کے بعد ایک شکست کا پہلو پیدا ہوا مگر یہ جنگ درحقیقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک بہت بڑا نشان تھا۔ اِس جنگ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق مسلمانوں کو پہلے کامیابی نصیب ہوئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق آپ کے عزیز چچا حمزہؓ لڑائی میں مارے گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق شروع حملہ میں کفّار کے لشکر کا علمبردار مارا گیا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق خود آپ بھی زخمی ہوئے اور بہت سے صحابہ شہید ہوئے۔ اِسکے علاوہ مسلمانوں کو ایسے اخلاص اور ایمان کا مظاہرہ کرنے کا موقع ملا جسکی مثال تاریخ میں اور کہیں نہیں ملتی۔

چند واقعات تو اِس اخلاص اور ایمان کے مظاہرہ کے پہلے بیان ہو چکے ہیں ایک اور واقعہ بھی بیان کرنے کے قابل ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے صحابہؓ کے دلوں میں کتنا پختہ ایمان پیدا کر دیا تھا۔ جب رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کچھ صحابہ کی معیت میں پہاڑ کے دامن کی طرف چلے گئے اور دشمن پیچھے ہٹ گیا تو آپ نے بعض صحابہ کو اِس بات پر مأمور فرمایا کہ وہ میدان میں جائیں اور زخمیوں کی خبر لیں۔ ایک صحابی میدان میں تلاش کرتے کرتے ایک زخمی انصاری کے پاس پہنچے۔ دیکھا تو اُن کی حالت خطرناک تھی اور وہ جان توڑ رہے تھے۔ یہ صحابی اُن کے پاس پہنچے اور اُنہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا۔ اُنہوں نے کانپتا ہوا ہاتھ مصافحہ کیلئے اُٹھایا اور اُن کا ہاتھ پکڑ کے کہا میں انتظار کر رہا تھا کہ کوئی بھائی مجھے مل جائے اُنہوں نے اِس صحابی سے پوچھا کہ آپکی حالت تو خطرناک معلوم ہوتی ہے کیا کوئی پیغام ہے جو آپ اپنے رشتہ داروں کو دینا چاہتے ہیں؟ اُس مرنے والے صحابیؓ نے کہا ہاں! ہاں! میری طرف سے میرے رشتہ داروں کو سلام کہنا اور اُنہیں کہنا کہ میں تو مر رہا ہوں مگر اپنے پیچھے خدا تعالیٰ کی ایک مقدس امانت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود تم میں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اے میرے بھائیو اور رشتہ دارو! وہ خدا کا سچا رسول ہے میں اُمید کرتا ہوں کہ تم اس کی حفاظت میں اپنی جانیں دینے سے دریغ نہیں کرو گے اور میری اس وصیت کو یاد رکھو گے۔

مرنے والے انسان کے دل میں ہزاروں پیغام اپنے رشتہ داروں کو پہنچانے کیلئے پیدا ہوتے ہیں لیکن یہ لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اتنے بےنفس ہو چکے تھے کہ نہ اُنہیں اپنے بیٹے یاد تھے، نہ بیویاں یاد تھیں، نہ مال یاد تھا، نہ جائدادیں یاد تھیں اُنہیں صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی یاد رہتا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ دنیا کی نجات اِس شخص کے ساتھ ہے۔ ہمارے مرنے کے بعد اگر ہماری اولادیں زندہ رہیں تو وہ کوئی بڑا کام نہیں کر سکتیں، لیکن اگر اِس نجات دہندہ کی حفاظت میں اُنہوں نے اپنی جانیں دے دیں تو گو ہمارے اپنے خاندان مٹ جائیں گے مگر دنیا زندہ ہو جائے گی۔ شیطان کے پنجہ میں پھنسا ہوا اِنسان پھر نجات پا جائے گا اور ہمارے خاندانوں کی زندگی سے ہزاروں گنے زیادہ قیمتی بنو آدم کی زندگی اور نجات ہے۔

بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زخمیوں اور شہداء کو جمع کیا، زخمیوں کی مرہم پٹی کی گئی اور شہداء کے دفنانے کا انتظام کیا گیا۔ اُس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ ظالم کفّارِ مکہ نے بعض مسلمان شہداء کے ناک کان بھی کاٹ دیئے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ جن کے ناک کان کاٹے گئے تھے اُن میں خود آپ کے چچا حمزہؓ بھی تھے۔ آپ کو یہ نظارہ دیکھ کر افسوس ہوا اور آپ نے فرمایا کفّار نے خود اپنے عمل سے اپنے لئے اُس بدلہ کو جائز بنا دیا ہے جسکو ہم ناجائز سمجھتے تھے۔ مگر خدا تعالیٰ کی طرف سے اُس وقت آپ کو وحی ہوئی کہ کفار جو کچھ کرتے ہیں اُن کو کرنے دو تم رحم اور انصاف کا دامن ہمیشہ تھامے رکھو۔

جنگ اُحد سے واپسی اور اہل مدینہ کے جذباتِ فدائیت

جب اِسلامی لشکر واپس مدینہ کی طرف لوٹا تو اُس وقت تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت اور اسلامی لشکر کی پراگندگی کی خبر مدینہ پہنچ چکی تھی۔ مدینہ کی عورتیں اور بچے دیوانہ وار اُحد کی طرف دَوڑے جا رہے تھے۔ اکثر کو تو راستہ میں خبر مل گئی اور وہ رُک گئے، مگر بنو دینار قبیلہ کی ایک عورت دیوانہ وار آگے بڑھتے ہوئے اُحد تک جا پہنچی۔ جب وہ دیوانہ وار اُحد کے میدان کی طرف جا رہی تھی اُس عورت کا خاوند اور بھائی اور باپ اُحد میں مارے گئے تھے اور بعض روایتوں میں ہے کہ ایک بیٹا بھی مارا گیا تھا۔ جب اُسے اُس کے باپ کے مارے جانے کی خبر دی گئی تو اُس نے کہا مجھے یہ بتاؤ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ چونکہ خبر دینے والے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مطمئن تھے وہ باری باری اُسے اس کے بھائی اور خاوند اور بیٹے کی موت کی خبر دیتے چلے گئے مگر وہ یہی کہتی چلی جاتی تھی "مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" ارے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا کیا؟ بظاہر یہ فقرہ غلط معلوم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے مؤرخوں نے لکھا ہے کہ اُس کا مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ فقرہ غلط نہیں بلکہ عورتوں کے محاورہ کے مطابق بالکل درست ہے۔ عورت کے جذبات بہت تیز ہوتے ہیں اور وہ بسا اوقات مُردوں کو زندہ سمجھ کر کلام کرتی ہے۔ جیسے بعض عورتوں کے خاوند یا بیٹے مر جاتے ہیں تو اُن کی موت پر اُن سے مخاطب ہو کر وہ اِس قسم کی باتیں کرتی رہتی ہیں کہ مجھے کس پر چھوڑ چلے ہو؟ یا بیٹا! اس بڑھاپے میں مجھ سے کیوں منہ موڑ لیا؟ یہ شدتِ غم میں فطرتِ انسانی کا ایک نہایت لطیف مظاہرہ ہوتا ہے۔ اِسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر اُس عورت کا حال ہوا۔ وہ آپ کو فوت شدہ ماننے کیلئے تیار نہیں تھی اور دوسری طرف اِس خبر کی تردید بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اِس لئے شدتِ غم میں یہ کہتی جاتی تھی ارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا کیا۔ یعنی ایسا وفادار انسان ہم کو یہ صدمہ پہنچانے پر کیونکر راضی ہو گیا۔

جب لوگوں نے دیکھا کہ اُسے اپنے باپ، بھائی اور خاوند کی کوئی پرواہ نہیں تو وہ اس کے سچے جذبات کو سمجھ گئے اور اُنہوں نے کہا۔ فلانے کی اماں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو جس طرح تو چاہتی ہے خدا کے فضل سے خیریت سے ہیں۔ اِس پر اُس نے کہا مجھے دکھاؤ وہ کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا۔ آگے چلی جاؤ وہ آگے کھڑے ہیں۔ وہ عورت دوڑ کر آپ تک پہنچی اور آپ کے دامن کو پکڑ کر بولی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، جب آپ سلامت ہیں تو کوئی مرے مجھے پرواہ نہیں۔

مردوں نے جنگ میں وہ نمونہ ایمان کا دکھایا اور عورتوں نے یہ نمونہ اخلاص کا دکھایا، جسکی مثال میں نے ابھی بیان کی ہے۔ عیسائی دنیا مریم مگدلینی اور اس کی ساتھی عورتوں کی اِس بہادری پر خوش ہے کہ وہ مسیح کی قبر پر صبح کے وقت دشمنوں سے چھپ کر پہنچی تھیں۔ میں اُن سے کہتا ہوں آؤ اور ذرا میرے محبوب کے مخلصوں اور فدائیوں کو دیکھو کہ کن حالتوں میں اُنہوں نے اُس کا ساتھ دیا اور کن حالتوں میں اُنہوں نے توحید کے جھنڈے کو بلند کیا۔

اِس قسم کی فدائیت کی ایک اور مثال بھی تاریخوں میں ملتی ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہداء کو دفن کر کے مدینہ واپس گئے تو پھر عورتیں اور بچے شہر سے باہر استقبال کیلئے نکل آئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُونٹنی کی باگ سعد بن معاذؓ مدینہ کے رئیس نے پکڑی ہوئی تھی اور فخر سے آگے آگے دوڑے جاتے تھے شاید دنیا کو یہ کہہ رہے تھے کہ دیکھا ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیریت سے اپنے گھر واپس لے آئے۔ شہر کے پاس اُنہیں اپنی بڑھیا ماں جس کی نظر کمزور ہو چکی تھی آتی ہوئی ملی۔ اُحد میں اُس کا ایک بیٹا عمرو بن معاذؓ بھی مارا گیا۔ اُسے دیکھ کر سعد بن معاذؓ نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اُمِّی۔ اے اللہ کے رسول! میری ماں آ رہی ہے۔ آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ کی برکتوں کے ساتھ آئے۔ بڑھیا آگے بڑھی اور اپنی کمزور پھٹی آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل نظر آ جائے۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ پہچان لیا اور خوش ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مائی! مجھے تمہارے بیٹے کی شہادت پر تم سے ہمدردی ہے۔ اِس پر نیک عورت نے کہا۔ حضور! جب میں نے آپ کو سلامت دیکھ لیا تو سمجھو کہ میں نے مصیبت کو بھون کر کھا لیا۔ "مصیبت کو بھون کر کھا لیا" کیا عجیب محاورہ ہے۔ محبت کے کتنے گہرے جذبات پر دلالت کرتا ہے غم انسان کو کھا جاتا ہے۔ وہ عورت جس کے بڑھاپے میں اُس کا عصائے پیری ٹوٹ گیا کس بہادری سے کہتی ہے میرے بیٹے کے غم نے مجھے کیا کھانا ہے جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو میں اس غم کو کھا جاؤں گی۔ میرے بیٹے کی موت مجھے مارنے کا موجب نہیں ہوگی بلکہ یہ خیال کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اُس نے جان دی میری قوت کے بڑھانے کا موجب ہوگا۔ اے انصار! میری جان تم پر فدا ہو تم کتنا ثواب لے گئے۔

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ 151 تا 157 ایڈیشن 2002 قادیان)

......☆......☆......☆......

بیعت عقبہ اُولیٰ وثانیہ یعنی مدینہ میں اسلام کی ابتداء اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہجرت مدینہ کے نہایت ایمان افروز واقعات

((حضرت مرزا بشیر احمد ایم.اے. رضی اللہ عنہ کی کتاب ”سیرت خاتم النّبیین“ سے ایک باب))

یثرب اور اہلِ یثرب

مکّہ کے شمال کی طرف قریباً اڑھائی سو میل کے فاصلہ پر ایک شہر ہے جس کا نام مدینہ ہے۔ اب تو اس کے نام سے ساری دنیا واقف ہے کیونکہ ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر کے آخری دس سال یہیں گذارے اور یہیں آپؐ فوت ہوئے اور یہیں آپؐ کا مزارِ مبارک ہے اور یہی ابتداء میں خلافتِ اسلامی کا مرکز رہا ہے۔ مگر اسلام سے پہلے یہ شہر ایک گمنامی کی حالت میں تھا اور اس کا نام یثرب تھا۔ ہجرت کے بعد رسولِ خدا کا مسکن ہو جانے کی وجہ سے اس کا نام مدینۃ الرسُول مشہور ہو گیا اور پھر آہستہ آہستہ صرف مدینہ رہ گیا۔ اسلام سے پہلے یثرب کی آبادی مذہباً دو حصوں میں منقسم تھی۔ یعنی یہود اور بُت پرست ۔ یہود پھر آگے تین قبائل میں تقسیم شدہ تھے یعنی بنوقینقاع بنونضیر اور بنوقریضہ اور بُت پرستوں کی بھی دو شاخیں تھیں جن کا نام اوس اور خزرج تھا۔ یہی اوس اور خزرج بعد میں اسلام لا کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دے کر انصار کے لقب سے ملقّب ہوئے۔ اسلام سے پہلے اوس وخزرج عموماً آپس میں برسرِ پیکار رہتے تھے۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں ان کے درمیان ایک خطرناک لڑائی کی تیاری ہو رہی تھی جو جنگِ بُعاث کے نام سے مشہور ہے۔ اس لڑائی میں اوس وخزرج کے بڑے بڑے نامور سردار کٹ کر ہلاک ہو گئے۔

چونکہ یہودی لوگ علمی اور مذہبی لحاظ سے ان بُت پرستوں پر فوقیت رکھتے تھے اور دولت واقتدار میں بھی عموماً بڑھے ہوئے تھے، اس لیے یہود کا اُن پر خاص اثر تھا۔ حتیٰ کہ اگر کسی مُشرک کے اولاد نرینہ نہ ہوتی تھی تو وہ منّت مانتا تھا کہ اگر میرے اولاد نرینہ ہوئی تو میں اپنے پہلے لڑکے کو یہودی بنا دوں گا۔ یہود کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اوس وخزرج بھی کتب سماوی اور سلسلہ رسالت سے کچھ کچھ آشنا ہو گئے تھے اور چونکہ یہود میں الٰہی نوشتوں کی رُو سے ان دنوں ایک نبی کا انتظار تھا، اس لیے یہ بات اوس اور خزرج کے کانوں تک بھی پہنچ چکی تھی۔ کیونکہ یہود اُن سے کہا کرتے تھے کہ اب ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے۔ وہ جب آئے گا تو ہم اس کا ساتھ دے کر بُت پرستوں اور کافروں کو نیست ونابود کر دیں گے اور وہ ایک بڑی سلطنت قائم کرے گا اور ہم اُسے مان کر دُنیا میں طاقتور ہو جائیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔

یثرب میں اسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسب دستور مکّہ میں اَشْہُر حرم کے اندر قبائل کا دورہ کر رہے تھے کہ آپؐ کو معلوم ہوا کہ یثرب کا ایک مشہور شخص سوید بن صامت مکّہ میں آیا ہوا ہے۔ سوید مدینہ کا ایک مشہور شخص تھا اور اپنی بہادری اور نجابت اور دُوسری خوبیوں کی وجہ سے کامل کہلاتا تھا اور شاعر بھی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کا پتہ لیتے ہوئے اس کے ڈیرے پر پہنچے اور اسے اسلام کی دعوت دی۔ اُس نے کہا میرے پاس بھی ایک خاص کلام ہے، جس کا نام مجلہ لقمان ہے۔ آپؐ نے کہا مجھے بھی اس کا کوئی حصہ سناؤ۔ جس پر سوید نے اس صحیفہ کا ایک حصہ آپ کو سُنایا۔ آپ نے اس کی تعریف فرمائی کہ اس میں اچھی باتیں ہیں، مگر فرمایا کہ میرے پاس جو کلام ہے وہ بہت بالا اور اَرفع ہے چنانچہ پھر آپؐ نے اُسے قرآن شریف کا ایک حصہ سُنایا۔ جب آپ ختم کر چکے تو اُس نے کہا۔ ہاں واقعی یہ بہت اچھا کلام ہے اور گو وہ مسلمان نہیں ہوا مگر اس نے فی الجملہ آپؐ کی تصدیق کی اور آپؐ کو جھٹلایا نہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ مدینہ میں واپس جا کر اُسے زیادہ مہلت نہیں ملی اور وہ جلد ہی کسی ہنگامہ میں قتل ہو گیا۔ یہ جنگِ بُعاث سے پہلے کی بات ہے۔ اسکے بعد اسی زمانہ کے قریب یعنی جنگِ بُعاث سے قبل آپؐ پھر ایک دفعہ حج کے موقع پر قبائل کا دورہ کر رہے تھے کہ اچانک آپؐ کی نظر چند آدمیوں پر پڑی۔ یہ قبیلہ اوس سے تھے اور اپنے بُت پرست رقیبوں یعنی خزرج کے خلاف قریش سے مدد طلب کرنے آئے تھے۔ یہ بھی جنگِ بعاث سے پہلے کا واقعہ ہے۔ گویا یہ طلبِ مدد اسی جنگ کی تیاری کا ایک حصہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لے گئے اور اسلام کی دعوت دی۔ آپؐ کی تقریر سُن کر ایک نوجوان شخص جس کا نام ایاس تھا بے اختیار بول اُٹھا۔ ”خُدا کی قسم جس طرف یہ شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کو بُلاتا ہے وہ اس سے بہتر ہے جس کیلئے ہم یہاں آئے ہیں۔“ مگر اس گروہ کے سردار نے ایک کنکروں کی مُٹھی اٹھا کر اس کے مُنہ پر ماری اور کہا ”چُپ رہو۔ ہم اس کام کیلئے یہاں نہیں آئے اور اس طرح اس وقت یہ معاملہ یونہی دب کر رہ گیا۔ مگر لکھا ہے کہ ایاس جب واپس وطن جا کر فوت ہونے لگا، تو اس کی زبان پر کلمۂ توحید جاری تھا۔

اسکے کچھ عرصہ بعد جب جنگِ بُعاث ہو چکی تو 11 نبوی کے ماہ رجب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکّہ میں یثرب والوں سے پھر ملاقات ہوگئی۔ آپؐ نے حسب ونسب پوچھا تو معلوم ہوا کہ قبیلہ خزرج کے لوگ ہیں اور یثرب سے آئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت محبت کے لہجہ میں کہا ”کیا آپ لوگ میری کچھ باتیں سن سکتے ہیں؟“ اُنہوں نے کہا ”ہاں! آپ کیا کہتے ہیں۔“ آپؐ بیٹھ گئے اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور قرآن شریف کی چند آیات سُنا کر اپنے مِشن سے آگاہ کیا۔ ان لوگوں نے ایک دُوسرے کی طرف دیکھا اور کہا ”یہ موقع ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے سبقت لے جاویں۔“ یہ کہہ کر سب مسلمان ہو گئے۔ یہ چھ اشخاص تھے جن کے نام یہ ہیں:

(1) ابو امامہ اسعد بن زرارہ جو بنونجار سے تھے اور تصدیق کرنے میں سب سے اوّل تھے (2) عوف بن حارث یہ بھی بنونجار سے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کے ننھیال کا قبیلہ تھا (3) رافع بن مالک جو بنوزریق سے تھے۔ اب تک جو قرآن شریف نازل ہو چکا تھا وہ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عطا فرمایا (4) قطبہ بن عامر جو بنی سلمہ سے تھے (5) عقبہ بن عامر جو بنی حرام سے تھے اور (6) جابر بن عبداللہ بن رِمان جو بنی عبیدہ سے تھے۔

اسکے بعد یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رُخصت ہوئے اور جاتے ہوئے عرض کیا کہ ہمیں خانہ جنگیوں نے بہت کمزور کر رکھا ہے اور ہم میں آپس میں بہت نااتفاقیاں ہیں۔ ہم یثرب میں جا کر اپنے بھائیوں میں اسلام کی تبلیغ کریں گے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے ذریعہ ہم کو پھر جمع کر دے پھر ہم ہر طرح آپؐ کی مدد کیلئے تیار ہوں گے، چنانچہ یہ لوگ گئے اور ان کی وجہ سے یثرب میں اسلام کا چرچا ہونے لگا۔

بیعتِ عقبہ اولیٰ 12 نبوی

یہ سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ میں یثرب والوں کی طرف سے ظاہری اسباب کے لحاظ سے ایک بیم ورجا کی حالت میں گذارا۔ آپؐ اکثر یہ خیال کیا کرتے تھے کہ دیکھیں ان چھ مصدقین کا کیا انجام ہوتا ہے اور آیا یثرب میں کامیابی کی کوئی امید بندھتی ہے یا نہیں۔ مُسلمانوں کیلئے بھی یہ زمانہ ظاہری حالات کے لحاظ سے ایک بیم ورجا کا زمانہ تھا۔ وہ دیکھتے تھے کہ سردارانِ مکّہ اور رؤساءِ طائف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کو سختی کے ساتھ رَدّ کر چکے ہیں دیگر قبائل عرب بھی ایک ایک کر کے اپنے انکار پر مُہر لگا چکے تھے۔ مدینہ میں اُمید کی ایک کرن پیدا ہوئی تھی، مگر کون کہہ سکتا تھا کہ یہ کرن مصائب وآلام کے طوفان اور شدائد کی آندھیوں میں قائم رہ سکے گی۔ دوسری طرف مکّہ والوں کے مظالم دن بدن زیادہ ہو رہے تھے اور انہوں نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ اسلام کو مٹانے کا بس یہی وقت ہے مگر اس نازک وقت میں بھی جس سے زیادہ نازک وقت اسلام پر کبھی نہیں آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپؐ کے مخلص صحابی ایک مضبوط چٹان کی طرح اپنی جگہ پر قائم تھے اور آپؐ کا یہ عزم واستقلال بعض اوقات آپؐ کے مخالفین کو بھی حیرت میں ڈال دیتا تھا کہ یہ شخص کس قلبی طاقت کا مالک ہے کہ کوئی چیز اسے اپنی

جگہ سے ہلا نہیں سکتی۔ بلکہ اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں خاص طور پر ایک رُعب اور جلال کی کیفیت پائی جاتی تھی اور مصائب کے ان تُند طوفانوں میں آپؐ کا سَر اور بھی بلند ہوتا جاتا تھا۔ یہ نظارہ اگر ایک طرف قریش مکّہ کو حیران کرتا تھا تو دُوسری طرف ان کے دلوں پر کبھی کبھی لَرزہ بھی ڈال دیتا تھا۔ ان ایام کے متعلق سر ولیم میور لکھتا ہے:

’’ان ایام میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قوم کے سامنے اس طرح سینہ سپر تھا کہ انہیں بعض اوقات حرکت کی تاب نہیں ہوتی تھی۔ اپنی بالآخر فتح کے یقین سے معمور مگر بظاہر بے بس اور بے یار و مددگار وہ اور اس کا چھوٹا سا گروہ اس زمانہ میں گویا ایک شیر کے مُنہ میں تھے مگر اس خُدا کی نُصرت کے وعدوں پر کامل اعتماد رکھتے ہوئے جس نے اسے رسُول بنا کر بھیجا تھا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک ایسے عزم کے ساتھ اپنی جگہ پر کھڑا تھا جسے کوئی چیز اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتی تھی۔ یہ نظارہ ایک ایسا شاندار منظر پیش کرتا ہے جس کی مثال سوائے اسرائیل کی اس حالت کے اور کہیں نظر نہیں آتی کہ جب اس نے مصائب و آلام میں گِھر کر خُدا کے سامنے یہ الفاظ کہے تھے کہ اے میرے آقا! اب تو میں۔ ہاں صرف مَیں ہی اکیلا رہ گیا ہوں۔ نہیں بلکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ نظارہ اسرائیلی نبیوں سے بھی ایک رنگ میں بڑھ کر تھا...... محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے یہ الفاظ اسی موقع پر کہے گئے تھے کہ اے میری قوم کے صنادید تم نے جو کچھ کرنا ہے کرلو۔ مَیں بھی کسی اُمید پر کھڑا ہوں۔‘‘

الغرض اسلام کیلئے یہ ایک بہت نازک وقت تھا۔ مکّہ والوں کی طرف سے تو ایک گونہ نا امیدی ہو چکی تھی، مگر مدینہ میں اُمید کی کِرن پیدا ہو رہی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑی توجہ کے ساتھ اس طرف نظر لگائے ہوئے تھے کہ آیا مدینہ بھی مکّہ اور طائف کی طرح آپؐ کو رَدّ کرتا ہے یا کہ اس کی قسمت دُوسرے رنگ میں لکھی ہے۔ چنانچہ جب حج کا موقع آیا تو آپؐ بڑے شوق کے ساتھ اپنے گھر سے نکلے اور منیٰ، کی جانب عقبہ کے پاس پہنچ کر اِدھر اُدھر نظر دوڑائی۔ ناگاہ آپؐ کی نظر اہلِ یثرب کی ایک چھوٹی سی جماعت پر پڑی جنھوں نے آپؐ کو دیکھ کر فوراً پہچان لیا اور نہایت محبت اور اخلاص سے آگے بڑھ کر آپؐ کو ملے۔ اب کے یہ بارہ اشخاص تھے جن میں سے پانچ تو وہی گذشتہ سال کے مصدّقین تھے اور سات نئے تھے اور اوس اور خزرج دونوں قبیلوں میں سے تھے۔

ان کے نام یہ ہیں: (1) ابو امامہ اسعد بن زرارہ (2) عوف بن حارث (3) رافع بن مالک (4) قطبہ بن عامر (5) عقبہ بن عامر یہ پانچ صحابہ اصحاب سابقہ مقدّقین میں سے تھے۔

(6) معاذ بن حارث از قبیلہ بنی نجار (خزرج) (7) ذکوان بن عبد قیس از قبیلہ بنو زریق (خزرج) (8) ابو عبدالرحمن یزید بن ثعلبہ از بنی بلی (حلیف خزرج) (9) عبادہ بن صامت از بنی عوف (خزرج) (10) عباس بن عبادہ بن نضلہ از بنی سالم (خزرج) (11) ابو الہیثم بن تیّہان از بنی عبدالاشہل (اوس) (12) عویم بن ساعدہ از بنی عمرو بن عوف (اوس)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے الگ ہو کر ایک گھاٹی میں ان سے ملے۔ اُنہوں نے یثرب کے حالات سے اطلاع دی اور اب کی دفعہ سب نے باقاعدہ آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ بیعت مدینہ میں اسلام کے قیام کا بنیادی پتھر تھی۔ چونکہ اب تک جہاد بالسیف فرض نہیں ہوا تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے صرف اِن الفاظ میں بیعت لی جن میں آپؐ جہاد فرض ہونے کے بعد عورتوں سے بیعت لیا کرتے تھے۔ یعنی یہ کہ ہم خُدا کو ایک جانیں گے۔ شِرک نہیں کریں گے۔ چوری نہیں کریں گے۔ زنا کے مرتکب نہیں ہوں گے۔ قتل سے باز رہیں گے۔ کسی پر بہتان نہیں باندھیں گے اور ہر نیک کام میں آپؐ کی اطاعت کریں گے۔ بیعت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’اگر تم صِدق و ثبات کے ساتھ اِس عہد پر قائم رہے تو تمہیں جنت نصیب ہو گی اور اگر کمزوری دکھائی تو پھر تمہارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے وہ جس طرح چاہے گا کرے گا۔‘‘

یہ بیعت تاریخ میں بیعتِ عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ وہ جگہ جہاں بیعت لی گئی تھی عقبہ کہلاتی ہے جو مکّہ اور منیٰ کے درمیان واقع ہے عقبہ کے لفظی معنی بلند پہاڑی رستے کے ہیں۔

مکّہ سے رُخصت ہوتے ہوئے ان بارہ نو مسلمین نے درخواست کی کہ کوئی اسلامی معلّم ہمارے ساتھ بھیجا جاوے جو ہمیں اسلام کی تعلیم دے اور ہمارے مُشرک بھائیوں کو اسلام کی تبلیغ کرے۔ آپؐ نے مصعب بن عمیرؓ کو جو قبیلہ عبدالدار کے ایک نہایت مخلص نوجوان تھے ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ اسلامی مبلغ ان دنوں میں قاری یا مقریٔ کہلاتے تھے کیونکہ ان کا کام زیادہ تر قرآن شریف سُنانا تھا، کیونکہ یہی تبلیغ اسلام کا بہترین ذریعہ تھا۔ چنانچہ مصعبؓ بھی یثرب میں مقریٔ کے نام سے مشہور ہو گئے۔

یثرب میں اسلام کا چرچا

مصعبؓ بن عمیر نے مدینہ پہنچ کر اسعد بن زرارہ کے مکان پر قیام کیا جو مدینہ میں سب سے پہلے مسلمان تھے اور ویسے بھی ایک نہایت مخلص اور با اثر بزرگ تھے اور اسی مکان کو اپنا تبلیغی مرکز بنایا اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے اور چونکہ مدینہ میں مُسلمانوں کو اجتماعی زندگی نصیب تھی اور تھی بھی نسبتاً امن کی زندگی، اس لیے اسعد بن زرارہ کی تجویز پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعبؓ بن عمیر کو جمعہ کی نماز کی ہدایت فرمائی اور اس طرح مسلمانوں کی اشتراکی زندگی کا آغاز ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں مدینہ میں گھر گھر اسلام کا چرچا ہونے لگا اور اوس اور خزرج بڑی سُرعت کے ساتھ مسلمان ہونے شروع ہو گئے۔ بعض صورتوں میں تو ایک قبیلے کا قبیلہ ایک دن میں ہی سب کا سب مسلمان ہو گیا۔ چنانچہ بنو عبدالاشہل کا قبیلہ بھی اسی طرح ایک ہی وقت میں اکٹھا مسلمان ہوا تھا۔ یہ قبیلہ انصار کے مشہور قبیلہ اوس کا ایک ممتاز حصہّ تھا اور اسکے رئیس کا نام سعد بن معاذ تھا جو صرف قبیلہ بنو عبدالاشھل کے ہی رئیس اعظم نہ تھے بلکہ تمام قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ جب مدینہ میں اسلام کا چرچا ہوا تو سعد بن معاذ کو یہ بُرا معلوم ہوا اور انہوں نے اسے روکنا چاہا۔ مگر اَسعد بن زرارہ سے ان کی بہت قریب کی رشتہ داری تھی یعنی وہ ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی تھے اور اَسعد مسلمان ہو چکے تھے، اس لیے سعد بن معاذ خود براہِ راست دخل دیتے ہوئے رُکتے تھے کہ کوئی بدمزگی پیدا نہ ہو جائے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے ایک دوسرے رشتہ دار اُسید بن الحضیر سے کہا کہ اسعد بن زرارہ کی وجہ سے مجھے تو کچھ حجاب ہے مگر تم جا کر مصعبؓ کو روک دو کہ ہمارے لوگوں میں یہ بے دینی نہ پھیلائیں اور اسعد سے بھی کہہ دو کہ یہ طریق اچھا نہیں ہے۔ اُسَید قبیلہ عبدالاشھل کے ممتاز رؤساء میں سے تھے۔ حتّٰی کہ ان کا والد جنگِ بعاث میں تمام اوس کا سردار رہ چکا تھا اور سعد بن معاذ کے بعد اُسَید بن الحضیر کا بھی اپنے قبیلہ پر بہت اثر تھا۔ چنانچہ سعد کے کہنے پر وہ مصعب بن عمیر اور اسعد بن زرارہ کے پاس گئے اور مصعب سے مخاطب ہو کر غصّہ کے لہجہ میں کہا۔ ’’تم کیوں ہمارے آدمیوں کو بے دین کرتے پھرتے ہو اس سے باز آ جاؤ، ورنہ اچھا نہ ہو گا۔ پیشتر اسکے کہ مصعب کچھ جواب دیتے اسعد نے آہستگی سے مصعب سے کہا کہ یہ اپنے قبیلہ کے ایک با اثر رئیس ہیں ان سے بہت نرمی اور محبت سے بات کرنا۔ چنانچہ مصعب نے بڑے ادب اور محبت کے رنگ میں اُسَید سے کہا کہ ’’آپ ناراض نہ ہوں بلکہ مہربانی فرما کر تھوڑی دیر تشریف رکھیں اور ٹھنڈے دل سے ہماری بات سُن لیں اور اُس کے بعد کوئی رائے قائم کریں۔‘‘ اُسَید اس بات کو معقول سمجھ کر بیٹھ گئے اور مصعب نے اُنہیں قرآن شریف سُنایا اور بڑی محبت کے پیرایہ میں اسلامی تعلیم سے آگاہ کیا۔ اُسَید پر اتنا اثر ہوا کہ وہیں مسلمان ہو گئے اور پھر کہنے لگے کہ میرے پیچھے ایک ایسا شخص ہے کہ جو اگر ایمان لے آیا تو ہمارا سارا قبیلہ مُسلمان ہو جائے گا۔ تم ٹھہرو میں اسے ابھی یہاں بھیجتا ہوں۔ یہ کہہ کر اُسَید اُٹھ کر چلے گئے اور کسی بہانہ سے سعد بن معاذ کو مصعب بن عمیر اور اسعد بن زرارہ کی طرف بھجوا دیا۔ سعد بن معاذ آئے اور بڑے غضبناک ہو کر اسعد بن زرارہ سے کہنے لگے کہ ’’دیکھو اسعد تم اپنی قرابت داری کا ناجائز فائدہ اُٹھا رہے ہو اور یہ ٹھیک نہیں ہے۔‘‘ اس پر مصعبؓ نے اسی طرح نرمی اور محبت کے ساتھ ان کو ٹھنڈا کیا اور کہا کہ آپ ذرا تھوڑی دیر تشریف رکھ کر میری بات سُن لیں اور پھر اگر اس میں کوئی چیز قابل اعتراض ہو تو بے شک ردّ کر دیں۔ سعد نے کہا۔ ہاں یہ مطالبہ تو معقول ہے اور اپنا نیزہ ٹیک کر بیٹھ گئے اور مصعبؓ نے اسی طرح پہلے قرآن شریف کی تلاوت کی اور پھر اپنے دلکش رنگ میں اسلامی اصول کی تشریح کی۔ ابھی زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ یہ بُت بھی رام تھا۔ چنانچہ سعد نے مسنون طریق پر غسل کر کے کلمۂ

شہادت پڑھ دیا اور پھر اس کے بعد سعد بن معاذ اور اُسَید بن الحضیر دونوں مل کر اپنے قبیلہ والوں کی طرف گئے اور سعدؓ نے اُن سے مخصوص عربی انداز میں پوچھا کہ ’’اے بنی عبدالاشہل تم مجھے کیسا جانتے ہو‘‘؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ ’’آپ ہمارے سردار اور سردار ابن سردار ہیں اور آپ کی بات پر ہمیں کامل اعتماد ہے۔‘‘ سعد نے کہا۔ ’’تو پھر میرے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں جب تک تم اللہ اور اسکے رسُول پر ایمان نہ لاؤ۔‘‘ اس کے بعد سعد نے انہیں اسلام کے اصول سمجھائے اور ابھی اس دن پر شام نہیں آئی تھی کہ تمام قبیلہ مُسلمان ہو گیا اور سعدؓ اور اُسَیدؓ نے خود اپنے ہاتھ سے اپنی قوم کے بُت نکال کر توڑ دیئے۔

سعد بن معاذ اور اُسَید بن الحضیرؓ جو اس دن مسلمان ہوئے دونوں چوٹی کے صحابہ میں شمار ہوتے ہیں اور انصار میں تو لاریب ان کا بہت ہی بلند پایہ تھا۔ بالخصوص سعد بن معاذؓ کو تو انصارِ مدینہ میں وہ پوزیشن حاصل ہوئی جو مہاجرین مکّہ میں حضرت ابوبکرؓ کو حاصل تھی۔ یہ نوجوان نہایت درجہ مخلص، نہایت درجہ وفادار اور اسلام اور بانیٔ اسلام کا ایک نہایت جاں نثار عاشق نِکلا اور چونکہ وہ اپنے قبیلہ کا رئیس اعظم بھی تھا اور نہایت ذہین تھا۔ اسلام میں اُسے وہ پوزیشن حاصل ہوئی جو صرف خاص بلکہ اَخص صحابہ کو حاصل تھی اور لاریب اس کی جوانی کی موت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ’’سعدؓ کی موت پر تو رحمن کا عرش بھی حرکت میں آ گیا ہے۔‘‘ ایک گہری صداقت پر مبنی تھا۔

غرض اس طرح سُرعت کے ساتھ اوس اور خزرج میں اسلام پھیلتا گیا۔ یہود خوف بھری آنکھوں کے ساتھ یہ نظارے دیکھتے تھے اور دل ہی دل میں یہ کہتے تھے کہ خدا جانے کیا ہونے والا ہے۔

یہ تو مدینہ کے خوش کن واقعات ہیں۔ جو بیعت عقبہ اُولیٰ کے بعد پیش آئے مگر ادھر مکّہ میں یہ سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے واسطے نہایت تنگی اور سختی کا گذرا۔ قریش دن بدن اپنے مظالم میں ترقی کرتے جاتے تھے خصوصاً جب ان کو مدینہ کے حالات سے اطلاع ہوئی تو ان کی دشمنی کی آگ بہت ہی بھڑک اُٹھی اور اُنہوں نے آگے سے بھی بڑھ کر مظالم شروع کر دیئے اور بے چارے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ ہو گیا۔

بیعت عقبہ ثانیہ 13 نبوی

اگلے سال یعنی 13 نبوی کے ماہ ذی الحجہ میں حج کے موقع پر اوس اور خزرج کے کئی سو آدمی مکّہ میں آئے۔ اُن میں ستّر شخص ایسے شامل تھے جو یا تو مسلمان ہو چکے تھے اور یا اب مسلمان ہونا چاہتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کیلئے مکّہ آئے تھے۔ مصعبؓ بن عمیر بھی ان کے ساتھ تھے۔ مصعبؓ کی ماں زندہ تھی اور گو مُشرکہ تھی، مگر ان سے بہت محبت کرتی تھی۔ جب اسے ان کے آنے کی خبر ملی تو اس نے ان کو کہلا بھیجا کہ پہلے مجھ سے آکر مل جاؤ پھر کہیں دوسری جگہ جانا۔ مصعبؓ نے جواب دیا کہ ’’میں ابھی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں مِلا آپؐ سے مِل کر پھر تمہارے پاس آؤں گا۔‘‘ چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ آپؐ سے مل کر اور ضروری حالات عرض کر کے پھر اپنی ماں کے پاس گئے۔ وہ بہت جلی بھُنی بیٹھی تھی۔ ان کو دیکھ کر بہت روئی اور بڑا شکوہ کیا۔ مصعبؓ نے کہا ’’ماں! مَیں تم سے ایک بڑی اچھی بات کہتا ہوں جو تمہارے واسطے بہت ہی مفید ہے اور سارے جھگڑوں کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔‘‘ اس نے کہا وہ کیا ہے؟ مصعبؓ نے آہستہ سے جواب دیا۔ ’’بس یہی کہ بُت پرستی ترک کر کے مُسلمان ہو جاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ۔‘‘ وہ پکی مُشرکہ تھی، سُنتے ہی شور مچا دیا کہ ’’مجھے ستاروں کی قسم ہے مَیں تمہارے دین میں کبھی داخل نہ ہوں گی۔‘‘ اور اپنے رشتہ داروں کو اشارہ کیا کہ مصعبؓ کو پکڑ کر قید کر لیں۔ مگر وہ بھاگ کر نکل گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مصعبؓ سے انصار کی آمد کی اطلاع مِل چکی تھی اور ان میں سے بعض لوگ آپؐ سے انفرادی طور پر ملاقات بھی کر چکے تھے۔ مگر چونکہ اس موقع پر ایک اجتماعی اور خلوت کی ملاقات کی ضرورت تھی، اس لئے مراسم حج کے بعد ماہ ذی الحجہ کی وسطی تاریخ مقرر کی گئی کہ اس دن نصف شب کے قریب یہ سب لوگ گذشتہ سال والی گھاٹی میں آپؐ کو آکر ملیں تا کہ اطمینان اور یکسوئی کے ساتھ علیحدگی میں بات چیت ہو سکے اور آپؐ نے انصار کو تاکید فرمائی کہ اکٹھے نہ آئیں بلکہ ایک ایک دو دو کر کے وقتِ مقررہ پر گھاٹی میں پہنچ جائیں اور سوتے کو نہ جگائیں اور نہ غیر حاضر کا انتظار کریں۔ چنانچہ جب مقررہ تاریخ آئی تو رات کے وقت جبکہ ایک تہائی رات جا چکی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے گھر سے نکلے اور راستہ میں اپنے چچا عباسؓ کو ساتھ لیا جو ابھی تک مُشرک تھے، مگر آپؐ سے محبت رکھتے تھے اور خاندان ہاشم کے رئیس تھے اور پھر دونوں مل کر اس گھاٹی میں پہنچے۔ ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ انصار بھی ایک ایک دو دو کر کے آ پہنچے۔ یہ ستّر اشخاص تھے اور اوس و خزرج دونوں قبیلوں سے تعلق رکھنے والے تھے۔ سب سے پہلے عباس نے گفتگو شروع کی کہ ’’اے خزرج کے گروہ! (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے خاندان میں معزز و محبوب ہے اور وہ خاندان آج تک اس کی حفاظت کا ضامن رہا ہے اور ہر خطرہ کے وقت میں اس کیلئے سینہ سپر ہوا ہے مگر اب محمد کا ارادہ اپنا وطن چھوڑ کر تمہارے پاس چلے جانے کا ہے۔ سو اگر تم اسے اپنے پاس لے جانے کی خواہش رکھتے ہو تو تمہیں اس کی ہر طرح حفاظت کرنی ہوگی اور ہر دشمن کے ساتھ سینہ سپر ہونا پڑے گا۔ اگر تم اس کیلئے تیار ہو تو بہتر ورنہ ابھی سے صاف صاف جواب دے دو کیونکہ صاف صاف بات اچھی ہوتی ہے۔‘‘ البراء بن معرور جو انصار کے قبیلہ کے ایک معمّر اور بااثر بزرگ تھے نے کہا ’’عباس! ہم نے تمہاری بات سُن لی ہے۔ مگر ہم چاہتے ہیں کہ رسُول اللہ خود بھی اپنی زبان مبارک سے کچھ فرماویں اور جو ذمہ داری ہم پر ڈالنا چاہتے ہیں وہ بیان فرماویں۔‘‘ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی چند آیات تلاوت فرمائیں اور پھر ایک مختصر سی تقریر میں اسلام کی تعلیم بیان فرمائی اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اپنے لیے صرف اتنا چاہتا ہوں کہ جس طرح تم اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی حفاظت کرتے ہو۔ اسی طرح اگر ضرورت پیش آئے تو میرے ساتھ بھی معاملہ کرو۔ جب آپؐ تقریر ختم کر چکے تو البراء بن معرور نے عرب کے دستور کے مطابق آپؐ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا ’’یا رسُول اللہ! ہمیں اس خدا کی قسم ہے جس نے آپؐ کو حق و صداقت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ ہم اپنی جانوں کی طرح آپؐ کی حفاظت کریں گے ہم لوگ تلواروں کے سایہ میں پلے ہیں اور ...... مگر ابھی وہ بات ختم کرنے نہ پائے تھے کہ ابوالہیثم بن تیہان نے جن کا ذکر اُوپر گذر چکا ہے ان کی بات کاٹ کر کہا ’’یا رسول اللہ! یثرب کے یہود کے ساتھ ہمارے دیرینہ تعلقات ہیں۔ آپؐ کا ساتھ دینے سے وہ منقطع ہو جائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ جب اللہ آپؐ کو غلبہ دے تو آپ ہمیں چھوڑ کر اپنے وطن میں واپس تشریف لے آویں اور ہم نہ ادھر کے رہیں اور نہ اُدھر کے۔‘‘ آپؐ نے ہنس کر فرمایا ’’نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ تمہارا خون میرا خون ہو گا۔ تمہارے دوست میرے دوست اور تمہارے دشمن میرے دشمن۔‘‘ اس پر عباس بن عبادہ انصاری نے اپنے ساتھیوں پر نظر ڈال کر کہا۔ لوگو کیا تم سمجھتے ہو کہ اس عہد و پیمان کے کیا معنے ہیں؟ اس کا یہ مطلب ہے کہ اب تمہیں ہر اَسوَد و اَحمَر کے مقابلہ کیلئے تیار ہونا چاہئے اور ہر قربانی کیلئے آمادہ رہنا چاہئے۔‘‘ لوگوں نے کہا ’’ہاں ہم جانتے ہیں۔ مگر یا رسول اللہ! اس کے بدلہ میں ہمیں کیا ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا: ’’تمہیں خدا کی جنت ملے گی، جو اسکے سارے انعاموں میں سے بڑا انعام ہے۔‘‘ سب نے کہا ’’ہمیں یہ سودا منظور۔ یا رسول اللہ! اپنا ہاتھ آگے کریں۔‘‘ آپؐ نے اپنا دستِ مبارک آگے بڑھا دیا اور یہ ستّر جاں نثاروں کی جماعت ایک دفاعی معاہدہ میں آپؐ کے ہاتھ پر بِک گئی۔ اس بیعت کا نام بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔

جب بیعت ہو چکی تو آپؐ نے اُن سے فرمایا کہ موسیٰؑ نے اپنی قوم میں سے بارہ نقیب چنے تھے، جو موسیٰؑ کی طرف سے اُن کے نگران اور محافظ تھے۔ مَیں بھی تم میں سے بارہ نقیب مقرر کرنا چاہتا ہوں جو تمہارے نگران اور محافظ ہوں گے اور وہ میرے لیے عیسیٰؑ کے حواریوں کی طرح ہوں گے اور میرے سامنے اپنی قوم کے متعلق جوابدہ ہوں گے۔ پس تم مناسب لوگوں کے نام تجویز کر کے میرے سامنے پیش کرو۔ چنانچہ بارہ آدمی تجویز کئے گئے جنہیں آپؐ نے منظور فرمایا۔ اور انہیں ایک ایک قبیلہ کا نگران مقرر کر کے اُن کے فرائض سمجھا دیئے اور بعض قبائل کیلئے آپؐ نے دو دو نقیب مقرر فرمائے۔ بہرحال ان بارہ نقیبوں کے نام یہ ہیں:

(1) اسعد بن زرارہ

ان کا ذکر اُوپر گذر چکا ہے۔ قبیلہ خزرج کے خاندان بنو نجار میں سے تھے۔ جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری تھی۔ یثرب میں نمازِ جمعہ کی ابتداء انہی کے ہاتھوں سے ہوئی۔ اوّل درجہ کے مخلصوں میں سے

تھے۔ ہجرت کے بعد جنگِ بدر سے پہلے فوت ہو گئے۔

(2)اُسید بن الحضیر

انکا ذکر بھی گذر چکا ہے۔ قبیلہ اوس کے خاندان بنوعبدالاشھل سے تھے۔ اکابر صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ ان کا والد جنگِ بُعاث میں قبیلہ اوس کا قائدِ اعظم تھا۔ اُسید نہایت مخلص اور نہایت سمجھدار تھے۔ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ انصار میں سے تین اشخاص اپنی افضلیت میں جواب نہیں رکھتے تھے یعنی اُسید بن الحضیر۔ سعد بن معاذ اور عباد بن بشر اور اس میں شُبہ نہیں کہ اُسید بڑے پائے کے صحابی تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اُسید کی بڑی عزت کرتے تھے۔ عہدِ فاروقی میں وفات پائی۔

(3)ابوالھیثم مالک بن تیہان

ان کا ذکر بھی اُوپر گذر چکا ہے۔ حلفاء بنی عبدالاشھل سے تھے۔ جنگِ صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے ہو کر لڑے اور شہادت پائی۔

(4)سعد بن عبادہ

قبیلہ خزرج کے خاندان بنوساعدہ سے تھے اور تمام قبیلہ خزرج کے رئیس تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ممتاز ترین انصار میں شمار ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ آنحضرتؐ کی وفات پر بعض انصار نے انہی کو خلافت کیلئے پیش کیا تھا جسکی وجہ سے وہ خلافتِ ابوبکرؓ کے سوال پر متزلزل ہو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فوت ہوئے۔

(5)البراء بن معرور

قبیلہ خزرج کے خاندان بنوسلمہ سے تھے اور بڑے معمر اور بزرگ آدمی تھے۔ ہجرت سے پہلے ہی وفات پا گئے۔

(6)عبداللہ بن رواحہ

قبیلہ خزرج کے خاندان بنوحارث سے تھے اور مدینہ کے مشہور شاعر اور اوّل درجہ کے مخلصین میں سے تھے۔ جنگِ موتہ میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئی تھی حضرت جعفر بن ابی طالب کی شہادت کے بعد یہ امیر العسکر ہوئے اور لڑتے لڑتے شہادت پائی۔

(7)عبادہ بن صامت

قبیلہ خزرج کے خاندان بنوعوف میں سے تھے اور علماء صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ ان سے کئی احادیث مروی ہیں۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت میں فوت ہوئے۔

(8)سعد بن الربیع

قبیلہ خزرج کے خاندان بنوثعلبہ میں سے تھے۔ بڑے مخلص اور ممتاز صحابی تھے۔ حضرت ابوبکرؓ انہیں بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ جنگِ اُحد میں شہید ہوئے۔

(9)رافع بن مالک

ان کا ذکر اُوپر گذر چکا ہے۔ قبیلہ خزرج کے خاندان بنی زریق میں سے تھے۔ جب یہ اسلام لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہ قرآنی سورتیں عطا فرمائیں جو اس وقت تک نازل ہو چکی تھیں۔ جنگِ احد میں شہید ہوئے۔

(10)عبداللہ بن عمرو

قبیلہ خزرج کے خاندان بنوسلمہ سے تھے جنگِ اُحد میں شہید ہوئے ان کی وفات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے صاحبزادہ جابر بن عبداللہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے والد سے اللہ تعالیٰ نے بالمشافہ کلام کیا اور ان سے خوش ہو کر کہا کہ "اے میرے بندے! تم نے جو مانگنا ہو مانگو۔" تمہارے والد نے عرض کیا۔ اے میرے خالق و مالک میری بس یہی خواہش ہے کہ پھر زندہ کیا جاؤں تا پھر اسلام کے راستہ میں جان دُوں۔" ارشاد ہوا "ہم ایسا ضرور کر دیتے، مگر ہم فیصلہ کر چکے ہیں کہ کوئی بشر اس دُنیا سے گذر کر پھر اس دُنیا میں واپس نہیں آئے گا۔ عبداللہ بن عمرو کے متعلق یہ روایت بھی آتی ہے کہ ایک دفعہ جنگِ اُحد کے چھیالیس سال بعد کسی سیلاب کی وجہ سے خطرہ پیدا ہوا تو اُن کی قبر کھود کر ان کو دُوسری جگہ منتقل کرنے کی تجویز کی گئی۔ اس وقت معلوم ہوا کہ ان کی نعش اسی طرح صحیح وسلامت تھی جس حالت میں کہ انہیں دفن کیا گیا تھا۔

(11)سعد بن خیثمہ

قبیلہ اوس کے خاندان بنوحارثہ میں سے تھے۔ جنگِ بدر میں شہید ہوئے۔ جب یہ جنگِ بدر کیلئے مدینہ سے نکلنے لگے تو ان کے والد نے کہا کہ ہم میں سے ایک کو گھر پر ٹھہرنا چاہئے اور چونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانا چاہتا ہوں، تم گھر پر ٹھہرو۔ مگر انہوں نے اصرار کیا اور آخر یہ تجویز ہوئی کہ اس غرض کیلئے قرعہ ڈالا جائے۔ چنانچہ قرعہ میں ان کا نام نکلا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکل آئے اور اُسی جنگ میں شہید ہوئے۔

(12)منذر بن عمرو

قبیلہ خزرج کے خاندان بنوساعدہ سے تھے اور ایک صوفی مزاج آدمی تھے۔ "بئر معونہ" میں شہید ہوئے۔

جب نقیبوں کا تقرر ہو چکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بن عبدالمطلب نے انصار سے تاکید کی کہ انہیں بڑی ہوشیاری اور احتیاط سے کام لینا چاہئے کیونکہ قریش کے جاسوس سب طرف نظر لگائے بیٹھے ہیں ایسا نہ ہو کہ اس قول واقرار کی خبر نکل جائے اور مشکلات پیدا ہو جائیں۔ ابھی غالباً وہ یہ تاکید کر ہی رہے تھے کہ گھاٹی کے اُوپر سے رات کی تاریکی میں کسی شیطان کی آواز آئی کہ "اے قریش! تمہیں بھی کچھ خبر ہے کہ یہاں (نعوذ باللہ) مُذمّم اور اس کے ساتھ کے مرتدین تمہارے خلاف کیا عہد و پیمان کر رہے ہیں۔" اس آواز نے سب کو چونکا دیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالکل مطمئن رہے اور فرمایا کہ اب آپ لوگ جس طرح آئے تھے اُسی طرح ایک ایک دو دو ہو کر اپنی قیام گاہوں میں واپس چلے جائیں۔ عباس بن نضلہ انصاری نے کہا۔ "یارسول اللہ! ہمیں کسی کا ڈر نہیں ہے۔ اگر حکم ہو تو ہم آج صبح ہی ان قریش پر حملہ کر کے اُنہیں ان کے مظالم کا مزہ چکھا دیں۔" آپؐ نے فرمایا "نہیں نہیں مجھے ابھی تک اس کی اجازت نہیں ہے۔ بس تم صرف یہ کرو کہ خاموشی کے ساتھ اپنے اپنے خیموں میں واپس چلے جاؤ۔" جس پر تمام لوگ ایک ایک دو دو کر کے دبے پاؤں گھاٹی سے نکل گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے چچا عباس کے ساتھ مکّہ میں واپس تشریف لے آئے۔ قریش کے کانوں میں چونکہ بھنک پڑ چکی تھی کہ اس طرح رات کو کوئی خفیہ اجتماع ہوا ہے۔ وہ صبح ہوتے ہی اہلِ یثرب کے ڈیرہ میں گئے اور ان سے کہا کہ "آپ کے ساتھ ہمارے دیرینہ تعلقات ہیں اور ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ ان تعلقات کو خراب کریں، مگر ہم نے سنا ہے کہ گذشتہ رات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ آپ کا کوئی خفیہ سمجھوتہ ہوا ہے۔ یہ کیا معاملہ ہے؟ اوس اور خزرج میں سے جو لوگ بُت پرست تھے ان کو چونکہ اس واقعہ کی کوئی اطلاع نہ تھی، وہ سخت حیران ہوئے اور صاف انکار کیا کہ قطعاً کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ عبداللہ بن اُبی بن سلول بھی جو بعد میں منافقین مدینہ کا سردار بنا اس گروہ میں تھا۔ اس نے کہا۔ "ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بھلا یہ ممکن ہے کہ اہلِ یثرب کوئی اہم معاملہ طے کریں اور مجھے اس کی اطلاع نہ ہو؟" غرض اس طرح قریش کا شک رَفع ہوا اور وہ واپس چلے آئے۔ اسکے تھوڑی ہی دیر بعد انصار واپس یثرب کی طرف کوچ کر گئے، لیکن ان کے کوچ کر جانے کے بعد قریش کو کسی طرح اس خبر کی تصدیق ہو گئی کہ واقعی اہلِ یثرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی عہد و پیمان کیا ہے جس پر ان میں سے بعض آدمیوں نے اہل یثرب کا پیچھا کیا۔ قافلہ تو نکل گیا تھا، مگر سعد بن عبادہ کسی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے اُن کو یہ لوگ پکڑ لائے اور مکّہ کے پتھریلے میدان میں لا کر خوب زدوکوب کیا اور سر کے بالوں سے پکڑ کر ادھر اُدھر گھسیٹا۔ آخر جبیر بن مطعم اور حارث بن حرب کو جو سعد کے واقف تھے اطلاع ہوئی تو انہوں نے ان کو ظالم قریش کے ہاتھ سے چھڑا دیا۔

ہجرتِ یثرب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دفعہ رؤیا میں یہ بتایا گیا تھا کہ آپؐ کو ایک دن مکّہ سے ہجرت کر کے کسی دوسری جگہ جانا ہوگا اور ساتھ ہی آپؐ کو ہجرت کی جگہ دکھائی گئی جو ایک باغوں اور چشموں والی جگہ تھی۔ چونکہ ابھی تک اس کی تشریح آپؐ پر نہیں کھلی تھی اور تشریح سے قبل ایک نبی بھی بعض اوقات اپنے اجتہاد میں غلطی کر سکتا ہے، اس لیے آپؐ فرماتے ہیں کہ: ذَهَبَ وَهْلِي إِلَى أَنَّهَا الْيَمَامَةُ أَوْ هَجَرُ فَإِذَا هِيَ الْمَدِينَةُ يَثْرِبُ۔ یعنی "میرا خیال اس طرف گیا کہ یہ جگہ یمامہ یا ہجر ہے (جو نجد میں دو شاداب جگہیں ہیں) مگر وہ یثرب نکل آیا۔"

چنانچہ جب یثرب میں اسلام کا چرچا ہونے لگا تو تب آپؐ پر یہ منکشف ہوا کہ ہجرت کی جگہ یثرب ہے نہ کہ یمامہ یا ہجر۔ اسکے بعد جب انصار کے ساتھ سب قول و قرار ہو چکا اور وہ ایک دفاعی عہد و پیمان کی بیعت کر کے واپس چلے گئے تو آپؐ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ اب جو لوگ جا سکیں وہ سب یثرب کی طرف ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں باوجود قریش کی طرف سے کئی قسم کی روکوں کے اکثر مسلمان ہجرت کر گئے اور مکّہ کے بہت سے مکانات خالی ہو گئے اور بالآخر صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ اور ان کے اہل وعیال اور ایسے

کمزور لوگ جو ہجرت کی طاقت نہ رکھتے تھے یا جنہیں قریش ہجرت کیلئے نکلنے نہ دیتے تھے باقی رہ گئے۔ یہ سب مہاجرین مدینہ میں انصار کے مکانات میں متفرق طور پر بطور مہمان کے ٹھہرے اور اسی حالت میں رہے یہاں تک کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچ گئے اور مہاجرین کے واسطے آہستہ آہستہ الگ مکانات کا انتظام ہو گیا۔ مدینہ والوں نے جن کو مہاجرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کرنے اور پناہ دینے کی وجہ سے انصار کہتے ہیں نہایت گرمجوشی کے ساتھ مہاجرین کا استقبال کیا اور اپنے حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر اُن کے ساتھ سلوک کیا۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو آپؐ نے سب مہاجرین کو انصار کی تعریف میں رطب اللسان پایا۔

خدا تعالیٰ کا نبی مہاجر کے لباس میں

اب ہم اس عظیم الشان واقعہ کے قریب پہنچ گئے ہیں جس سے اسلام میں ایک نئے دَور کا آغاز ہوتا ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے وطنِ مالوف کو چھوڑ کر یثرب کی طرف ہجرت کر جانا۔ اسلامی سنہ جو سن ہجری کہلاتا ہے اسی انقلابی تاریخ سے شمار کیا جاتا ہے۔

جب تمام مسلمان مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے تو قریش کو اپنی سابقہ کارروائیوں کی وجہ سے اندیشہ ہوا کہ اس طرح تمام مسلمانوں کا وطن سے بے وطن ہو جانا ضرور کوئی رنگ لائے گا۔ علاوہ ازیں ان کو یہ بھی غصّہ تھا کہ ان کا شکار اُن کے ہاتھ سے نکلا جاتا ہے، اس لیے انہوں نے اپنی جگہ سوچا کہ کوئی ایسی تدبیر کریں جس سے یہ سلسلہ ہمیشہ کیلئے مِٹ جائے اور اُن کے مظالم کی پاداش کا کوئی سوال باقی نہ رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مکّہ میں ہی تھے اور اللہ تعالی کی طرف سے ہجرت کے متعلق اجازت کے منتظر تھے۔ مکّہ والوں نے دیکھا کہ یہ موقع بہت اچھا ہے۔ مُسلمان سب جا چکے ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اب گویا اکیلا تن تنہا ہے۔ اس لیے اس کے متعلق کوئی ایسی تدبیر ہو کہ بس اس کا خاتمہ ہی ہو جائے۔ چنانچہ وہ اس خیال سے اپنے قومی مشورہ گاہ یعنی دارالنّدوہ میں جمع ہوئے اور باہم مشورہ کرنے لگے کہ کیا کیا جاوے۔ اس مشورہ میں قریباً ایک سو قریش شامل تھے اور ایک ابلیس صفت معمر نجدی شیخ بھی شریک تھا۔ پیش آمدہ صورتِ حال پر گفت وشنید ہونے کے بعد مشورہ کے آخری مراحل میں یوں گفتگو ہوئی:

ایک شخص: محمد کو آہنی زنجیروں سے جکڑ کر ایک کمرہ میں بند کر دو کہ وہیں پڑا پڑا ہلاک ہو جائے۔

شیخ نجدی: یہ رائے دُرست نہیں کیونکہ جب محمد کے رشتہ داروں اور متبعین کو علم ہوگا تو وہ ضرور حملہ کر کے آئیں گے اور اس کو چھڑا لیں گے اور پھر فساد آگے سے بھی بڑھ جائے گا۔

دوسرا شخص: محمد کو مکّہ سے جلا وطن کر دو۔ جب وہ ہماری آنکھوں سے دُور ہو گیا اور ہمارے شہر سے نکل گیا تو ہمیں کیا کہ وہ کہاں جاتا ہے اور کیا کرتا ہے۔ ہمارے شہر کو اس فتنہ سے نجات مِل جائے گی۔

شیخ نجدی: کیا تم نے محمد کی شیریں زبانی اور طلاقتِ لسانی اور سحر بیانی نہیں دیکھی۔ اگر وہ یہاں سے یونہی سلامت نِکل گیا تو یقین جانو کہ اس کے بہکائے میں آ کر کوئی نہ کوئی قبیلۂ عرب تمہارے خلاف اُمڈ آئے گا اور پھر تم اس کے خلاف کچھ نہ کر سکو گے۔

غرض اسی طرح تھوری دیر تک باہم گفتگو ہوتی رہی۔ کسی نے کچھ رائے دی اور کسی نے کچھ۔ آخر ابوجہل بن ہشام بولا:

ابوجہل: میری رائے تو یہ ہے کہ قریش کے ہر اک قبیلہ سے ایک ایک جوان چُنا جائے اور اُن کے ہاتھ میں تلواریں دے دی جاویں۔ پھر یہ لوگ ایک آدمی کی طرح اکٹھے ہو کر محمد پر حملہ کریں اور اُسے قتل کر دیں۔ ایسا کرنے سے اس کا خون سب قبائلِ قریش پر پھیل جائے گا اور بنو عبد مناف کو اتنی جرأت ہرگز نہیں ہوگی کہ ساری قوم کے ساتھ لڑیں۔ پس لامحالہ ان کو اس خون کے بدلے میں دیت قبول کرنی ہو گی۔ سو وہ ہم دے دیں گے۔

شیخ نجدی: رائے ہے تو بس اس شخص کی۔ باقی سب فضول باتیں ہیں۔ پس اگر کچھ کرنا ہے تو جو یہ کہتا ہے وہ کرو۔

غرض اس رائے پر سب کا اتفاق ہو گیا۔

قرآن شریف میں ان کے اس مشورہ کا ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے: **وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ** (انفال:31)'' اور یاد کر جبکہ کفّار تیرے متعلق منصوبے کرتے تھے تا کہ تجھے قید کر دیں یا قتل کر دیں یا وطن سے نکال دیں اور وہ اپنی طرف سے خوب پختہ منصوبے گانٹھ رہے تھے مگر اللہ نے بھی اپنی جگہ تدبیر کر لی تھی اور اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔''

ادھر یہ لوگ مشورہ کر کے نکلے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خون سے اپنے پلید ہاتھ رنگیں اور اُدھر اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ سے اپنے نبی کو ان کے اس بدارادے سے اطلاع دے دی اور اجازت عطا فرمائی کہ یثرب کی طرف ہجرت کر جائیں اور آنے والی رات مکّہ میں نہ گذاریں۔

یہ اطلاع پا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے۔ گرمیوں کے دن تھے اور دوپہر کا وقت تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ صبح یا شام آپؐ ہمارے مکان پر حضرت ابوبکرؓ سے ملنے تشریف لایا کرتے تھے۔ اُس دن جو بے وقت آئے اور آئے بھی اس طرح کہ آپؐ نے اپنا سَر ایک کپڑے سے ڈھانکا ہوا تھا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ آج کوئی خاص بات ہے۔ آپؐ اجازت لے کر گھر کے اندر داخل ہوئے اور فرمایا۔ ''اگر یہاں کوئی غیر شخص ہو تو اُسے ذرا باہر بھیج دیں۔'' ابوبکرؓ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! آپؐ ہی کے گھر کے لوگ ہیں۔'' فرمایا ''مجھے ہجرت کی اجازت مِل گئی ہے۔'' حضرت ابوبکرؓ جو دن رات اس خبر کے انتظار میں تھے۔ فوراً بولے **اَلصُّحْبَةُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ** ۔ یعنی ''یا رسول اللہ! مجھے بھی ساتھ رکھیے گا؟'' ارشاد ہوا ''ہاں۔'' حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے اس وقت تک کسی شخص کو خوشی میں روتے نہیں دیکھا تھا۔ مگر اب دیکھا کہ جونہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں'' حضرت ابوبکرؓ کے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر اُنہوں نے آپؐ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے ہجرت کی تیاری میں دو اونٹنیاں ببول کی پتیاں کھِلا کھِلا کر پال رکھی ہیں۔ ان میں سے ایک آپؐ قبول فرماویں۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں، مگر قیمتاً لوں گا۔'' ابوبکرؓ نے ناچار قبول کیا اور ہجرت کی تیاری شروع ہوئی۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ہم نے جلدی جلدی ضروری سامان تیار کیا اور کھانا تیار کر کے ایک چمڑہ کے برتن میں بند کیا اور پھر میری بہن اسماء نے اپنے نطاق یعنی کمر پر باندھنے والے پٹکے کے دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑا کھانے کے برتن پر باندھ دیا اور ایک پانی کے برتن پر۔ اس سبب سے اُن کو **ذَاتُ النِّطَاقَيْنِ** یعنی دو نطاقوں والی کہتے ہیں۔ اسکے بعد آپؐ حضرت ابوبکرؓ سے اسی رات مکّہ سے نکل جانے اور غارِ ثور میں پناہ لینے کی قرار داد کر کے اپنے گھر واپس تشریف لے آئے۔

آغازِ سفرِ ہجرت اور قریش کا تعاقب

رات کا تاریک وقت تھا اور ظالم قریش جو مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اپنے خُونی ارادے کے ساتھ آپؐ کے مکان کے اردگرد جمع ہو کر آپؐ کے مکان کا محاصرہ کر چکے تھے اور انتظار تھا کہ صُبح ہو یا آپؐ اپنے گھر سے نِکلیں تو آپؐ پر ایک دم حملہ کر کے قتل کر دیا جاوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بعض کفّار کی اَمانتیں پڑی تھیں۔ کیونکہ باوجود شدید مخالفت کے اکثر لوگ اپنی امانتیں آپؐ کے صِدق و امانت کی وجہ سے آپؐ کے پاس رکھوا دیا کرتے تھے۔ لہٰذا آپؐ نے حضرت علیؓ کو ان امانتوں کا حساب کتاب سمجھا دیا اور تاکید کی کہ بغیر امانتیں واپس کئے مکّہ سے نہ نِکلنا۔ اسکے بعد آپؐ نے ان سے فرمایا کہ تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور تسلّی دی کہ انہیں خُدا کے فضل سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ وہ لیٹ گئے اور آپؐ نے اپنی چادر جو سُرخ رنگ کی تھی اُن کے اُوپر اوڑھا دی۔ اس کے بعد آپؐ اللہ کا نام لے کر اپنے گھر سے نکلے اُس وقت محاصرین آپؐ کے دروازے کے سامنے موجود تھے مگر چونکہ انہیں یہ خیال نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر اوّل شب میں ہی گھر سے نِکل آئیں گے۔ وہ اُس وقت اس قدر غفلت میں تھے کہ آپؐ اُن کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے اُن کے درمیان سے نِکل گئے اور اُن کو خبر تک نہ ہوئی۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی کے ساتھ مگر جلد جلد مکّہ کی گلیوں میں سے گذر رہے تھے اور تھوڑی ہی دیر میں آبادی سے باہر نکل گئے اور غارِ ثور کی راہ لی۔ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ پہلے سے تمام بات طے ہو چکی تھی وہ بھی راستہ میں مل گئے۔ غارِ ثور جو اسی واقعہ کی وجہ سے اسلام میں ایک مقدس یادگار سمجھی جاتی ہے مکّہ سے جانب جنوب یعنی مدینہ سے مختلف جانب تین میل کے فاصلہ پر ایک بنجر اور ویران پہاڑی کے اُوپر خاصی بلندی پر واقع ہے اور اس کا راستہ بھی بہت دشوار گذار ہے وہاں پہنچ کر پہلے حضرت ابوبکرؓ نے اندر گھُس کر جگہ صاف کی اور پھر آپؐ بھی اندر

تشریف لے گئے۔

دوسری طرف وہ قریش جو آپؐ کے گھر کا محاصرہ کئے ہوتے تھے وہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد آپؐ کے گھر کے اندر جھانک کر دیکھتے تھے، تو حضرت علیؓ کو آپؐ کی جگہ پر لیٹا دیکھ کر مطمئن ہو جاتے تھے لیکن صبح ہوئی تو انہیں علم ہوا کہ ان کا شکار اُن کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ اس پر وہ اِدھر اُدھر بھاگے۔ مکّہ کی گلیوں میں صحابہ کے مکانات پر تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ اس غصہ میں انہوں نے حضرت علیؓ کو پکڑا اور کچھ مارا پیٹا۔ حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر جا کر شور کیا اور ان کی صاحبزادی کو ڈانٹا ڈپٹا مگر ان باتوں سے کیا بنتا تھا۔

آخر اُنہوں نے عام اعلان کیا کہ جو کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زندہ یا مُردہ پکڑ کر لائے گا، اس کو ایک سو اُونٹ انعام دیئے جاویں گے۔ چنانچہ کئی لوگ انعام کی طمع میں مکّہ کے چاروں طرف اِدھر اُدھر نکل گئے۔ خود رؤساء قریش بھی سُراغ لیتے لیتے آپؐ کے پیچھے نکلے اور عین غارِ ثور کے مُنہ پر جا پہنچے۔ یہاں پہنچ کر اُن کے سُراغ رسان نے کہا کہ ''بس سُراغ اس سے آگے نہیں چلتا۔ اس لیے یا تو محمد یہیں کہیں پاس ہی چھپا ہوا ہے یا پھر آسمان پر اُڑ گیا ہے۔'' کسی نے کہا: ''کوئی شخص ذرا اس غار کے اندر جا کر بھی دیکھ آئے۔'' مگر ایک اور شخص بولا کہ ''واہ یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے۔ بھلا کوئی شخص اس غار میں جا کر چھپ سکتا ہے۔ یہ ایک نہایت تاریک و تار اور خطرناک جگہ ہے اور ہم ہمیشہ سے اسے اسی طرح دیکھتے آئے ہیں۔'' یہ بھی روایت آتی ہے کہ غار کے مُنہ پر جو درخت تھا۔ اُس پر آپؐ کے اندر تشریف لے جانے کے بعد مکڑی نے جالا تن دیا تھا اور عین مُنہ کے سامنے کی شاخ پر ایک کبوتری نے گھونسلا بنا کر انڈے دے دیئے تھے۔ یہ روایت تو کمزور ہے لیکن اگر ایسا ہوا ہو تو ہرگز تعجب کی بات نہیں۔ مکڑی بعض اوقات چند منٹ میں ایک وسیع جگہ پر جالا تن دیتی ہے اور کبوتری کو بھی گھونسلا تیار کرنے اور انڈے دینے میں کوئی دیر نہیں لگتی۔ اس لیے اگر خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کی حفاظت کیلئے ایسا تصرف فرمایا ہو تو ہرگز بعید نہیں ہے بلکہ اس وقت کے لحاظ سے ایسا ہونا بالکل قرین قیاس ہے۔ بہرحال قریش میں سے کوئی شخص آگے نہیں بڑھا اور یہیں سے سب لوگ واپس چلے گئے۔

روایت آتی ہے کہ قریش اس قدر قریب پہنچ گئے تھے کہ اُن کے پاؤں غار کے اندر سے نظر آتے تھے اور ان کی آواز سُنائی دیتی تھی۔ اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے گھبرا کر مگر آہستہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ''یا رسول اللہ! قریش اتنے قریب ہیں کہ اُن کے پاؤں نظر آ رہے ہیں اور اگر وہ ذرا آگے ہو کر جھانکیں تو ہم کو دیکھ سکتے ہیں۔'' آپؐ نے فرمایا: لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یعنی ''ہرگز کوئی فکر نہ کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

پھر فرمایا: وَمَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا یعنی ''اے ابوبکرؓ! تم ان دو شخصوں کے متعلق کیا گمان کرتے ہو جن کے ساتھ تیسرا خُدا ہے۔''

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جب قریش غار کے مُنہ کے پاس پہنچے، تو حضرت ابوبکرؓ سخت گھبرا گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گھبراہٹ کو دیکھا تو تسلّی دی کہ کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے رقّت بھری آواز میں کہا: إِنْ قُتِلْتُ فَأَنَا رَجُلٌ وَاحِدٌ وَإِنْ قُتِلْتَ أَنْتَ هَلَكَتِ الْأُمَّةُ۔ یعنی ''یا رسول اللہ! اگر میں مارا جاؤں تو میں تو بس ایک اکیلی جان ہوں لیکن اگر خدانخواستہ آپؐ پر کوئی آنچ آئے تو پھر تو گویا ساری اُمّت کی اُمّت مِٹ گئی۔''

اس پر آپؐ نے خدا سے الہام پا کر یہ الفاظ فرمائے کہ: ''لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا'' یعنی ''اے ابوبکرؓ! ہرگز کوئی فکر نہ کرو کیونکہ خُدا ہمارے ساتھ ہے اور ہم دونوں اس کی حفاظت میں ہیں۔'' یعنی تم تو میری وجہ سے فکرمند ہو اور تمہیں اپنے جوشِ اخلاص میں اپنی جان کا کوئی غم نہیں۔ مگر خدا تعالیٰ اس وقت نہ صرف میرا محافظ ہے بلکہ تمہارا بھی اور وہ ہم دونوں کو دشمن کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

سفرِ ہجرت اور تعاقب سراقہ بن مالک

حضرت ابوبکرؓ نے گھر سے نکلتے ہوئے اپنے بیٹے عبداللہ کو جو ایک بہت زیرک اور ہوشیار نوجوان تھے ہدایت کی تھی کہ قریش کی حرکات کا خیال رکھیں اور روزانہ غارِ ثور میں اطلاع دے جایا کریں۔ چنانچہ وہ ایسا کرتے تھے کہ رات کو اندھیرا ہوتے ہی غارِ ثور میں پہنچ جایا کرتے تھے اور رات وہیں گذار کر صبح سویرے ہی واپس آ جایا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے خادم عامر بن فہیرہ کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا کہ دن بھر بکریاں چرائیں اور رات کو اُن کے پاس دُودھ پہنچا جایا کریں۔ اس طرح آپؐ تین رات تک غارِ ثور میں ٹھہرے اور اس عرصہ تک یہی انتظام جاری رہا۔ پھر جب قریش کے تعاقب کی کوشش میں کمی آ گئی تو تیسرے دن صبح کے وقت آپؐ غار سے نکلے۔ یہ پیر کا دن تھا اور چار ربیع الاوّل یا بعض مؤرخین کی تحقیق کے مطابق یکم ربیع الاوّل 14 نبوی مطابق 12 ستمبر 622ء کی تاریخ تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ نے پہلے سے ایک شخص عبداللہ بن اریقط کو جو قبیلہ بنی الدیل سے تھا اور باوجود عاص بن وائل رئیس مکّہ کے ساتھ تعلق رکھنے کے قابل اعتماد تھا معقول اُجرت دینی کر کے بطور رہنما کے ساتھ چلنے کیلئے مقرر کر رکھا تھا۔ یہ شخص اپنے فن کا خُوب ماہر تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ نے اسے پہلے سے اپنی اُونٹنیاں سُپرد کر رکھی تھیں اور سمجھا رکھا تھا کہ تین رات کے بعد تیسرے دن کی صبح کو اُونٹنیاں لے کر غارِ ثور میں پہنچ جائے۔ چنانچہ وہ حسبِ قرار داد پہنچ گیا۔ یہ بخاری کی مشہور روایت ہے، مگر مؤرخین لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو روانہ ہوئے تھے اور خود بخاری کی ہی ایک دوسری روایت میں اس کی تصدیق پائی جاتی ہے۔

اور قرین قیاس بھی یہی ہے کہ آپؐ رات کو روانہ ہوئے ہوں۔ بہرحال غارِ ثور سے نکل کر آپ ایک اُونٹنی پر جس کا نام بعض روایات میں اَلقصوا بیان ہوا ہے، سوار ہو گئے اور دُوسری پر حضرت ابوبکرؓ اور اُن کا خادم عامر بن فہیرہ سوار ہوئے۔ روانہ ہوتے ہوئے آپؐ نے مکّہ کی طرف آخری نظر ڈالی اور حسرت کے الفاظ میں فرمایا: ''اے مکّہ کی بستی تو مجھے سب جگہوں سے زیادہ عزیز ہے مگر تیرے لوگ مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔'' اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے کہا: ''اِن لوگوں نے اپنے نبی کو نکالا ہے۔ اب یہ ضرور ہلاک ہوں گے۔''

چونکہ ابھی تک تعاقب کا ڈر تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی اصل راستہ چھوڑ کر ساحلِ سمندر کے قریب قریب یثرب کی طرف روانہ ہوئے اور برابر ایک رات اور دُوسرے دن کا کچھ حصّہ چلتے رہے۔ دوسرے دن دوپہر کے قریب جب سورج کی گرمی تیز ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ کے عرض کرنے پر آپؐ ایک بڑے پتھر کے سایہ میں آرام فرمانے کیلئے اُترے۔ حضرت ابوبکرؓ نے آگے بڑھ کر آپؐ کے واسطے جگہ تیار کی اور آپؐ ذرا لیٹ کر سو گئے اور حضرت ابوبکرؓ اِدھر اُدھر نظر دَوڑا کر دیکھنے لگے کہ کوئی تعاقب کرنے والا تو نہیں آ رہا۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ کو ایک چرواہا نظر آیا جس کے ساتھ چند بکریاں تھیں۔ جنہیں وہ اُسی پتھر کی طرف سایہ کی غرض سے لا رہا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس سے دودھ کی اجازت لے کر اسکے ہاتھ اور بکری کے تھن خوب اچھی طرح صاف کروائے اور پھر اسے دُودھ دُوہنے کو کہا۔ چنانچہ اس نے ایک برتن میں دُودھ دوہا اور پھر حضرت ابوبکرؓ اُسے پانی میں ٹھنڈا کر کے آپؐ کے پاس لائے۔ اس وقت تک آپؐ نیند سے جاگ چکے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے آپ کے سامنے دودھ کا برتن پیش کیا اور آپ نے اسے نوش فرمایا اور حضرت ابوبکرؓ روایت کرتے ہیں کہ اس سے میری طبیعت خوش ہو گئی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ سے عرض کیا ''یا رسول اللہ کوچ کا وقت ہو گیا ہے'' آپؐ نے فرمایا ''ہاں چلو''

چنانچہ آپؐ آگے روانہ ہو گئے لیکن ابھی آپؐ تھوڑی ہی دُور گئے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا کہ ایک شخص گھوڑا دوڑائے ان کے پیچھے آ رہا ہے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے گھبرا کر کہا ''یا رسُول اللہ! کوئی شخص ہمارے تعاقب میں آ رہا ہے۔'' آپؐ نے فرمایا۔ ''کوئی فکر نہ کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

یہ تعاقب کرنے والا سراقہ بن مالک تھا جو اپنے تعاقب کا قصہ خود اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ سے نکل گئے تو کفّارِ قریش نے یہ اعلان کیا کہ جو کوئی بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا ابوبکرؓ کو زندہ یا مُردہ پکڑ کر لائے گا اسے اس اس قدر انعام دیا جائے گا اور اس اعلان کی انہوں نے اپنے پیغام رسانوں کے ذریعہ سے ہمیں بھی اطلاع دی۔ اسکے بعد ایک دن مَیں اپنی قوم بنو مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ قریش کے ان آدمیوں میں سے ایک شخص ہمارے پاس آیا اور مجھے مخاطب کر کے کہنے لگا کہ مَیں نے ابھی ابھی ساحلِ سمندر کی سمت میں دُور سے کچھ شکلیں دیکھی ہیں۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ شاید وہ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھی ہوں گے۔ سراقہ کہتا ہے کہ میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ ضرور وہی ہوں گے مگر میں نے اُسے ٹالنے کیلئے (اور یہ فخر خود حاصل کرنے کی غرض سے) کہا کہ یہ تو فلاں فلاں لوگ ہیں جو ابھی ہمارے سامنے سے گذرے ہیں۔ اسکے تھوڑی دیر کے بعد میں اس مجلس سے اُٹھا اور اپنے گھر آ کر اپنی خادمہ سے کہا کہ میرا گھوڑا تیار کر کے گھر کے پچھواڑے میں کھڑا کر دے اور پھر میں نے ایک نیزہ لیا اور گھر کی پشت کی طرف سے ہو کر چپکے سے نکل گیا اور گھوڑے کو تیز کر کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور میں زمین پر گر گیا، لیکن میں جلدی سے اُٹھا اور اپنا ترکش نکال کر میں نے (ملک کے دستور کے مطابق) تیروں سے فال لی۔ فال میرے منشاء کے خلاف نکلی۔ مگر (اسلام کی عداوت کا جوش اور انعام کا لالچ تھا) میں نے فال کی پرواہ نہ کی اور پھر سوار ہو کر تعاقب میں ہو لیا اور اس دفعہ اس قدر قریب پہنچ گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی (جو اس وقت قرآن شریف کی تلاوت کرتے جا رہے تھے) قرأت کی آواز مجھے سنائی دیتی تھی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایک دفعہ بھی مُنہ موڑ کر پیچھے کی طرف نہیں دیکھا۔ مگر ابوبکرؓ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فکر کی وجہ سے) بار بار دیکھتے تھے۔ میں جب ذرا آگے بڑھا تو میرے گھوڑے نے پھر ٹھوکر کھائی اور اس دفعہ اس کے پاؤں ریت کے اندر دھنس گئے اور میں پھر زمین پر آ رہا۔ میں نے اُٹھ کر گھوڑے کو جو دیکھا تو اس کے پاؤں زمین میں اس قدر دھنس چکے تھے کہ وہ انہیں زمین سے نکال نہیں سکتا تھا۔ آخر بڑی مشکل سے وہ اُٹھا اور اس کی اس کوشش سے میرے ارد گرد سب غبار ہی غبار ہو گیا۔ اس وقت میں نے پھر فال لی اور پھر وہی فال نکلی۔ جس پر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کو صلح کی آواز دی۔ اس آواز پر وہ ٹھہر گئے اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اُن کے پاس پہنچا۔ اس سرگذشت کی وجہ سے جو میرے ساتھ گذری تھی میں نے یہ سمجھا کہ اس شخص کا ستارہ اقبال پر ہے اور یہ کہ بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غالب رہیں گے۔ چنانچہ میں نے صلح کے رنگ میں ان سے کہا کہ آپؐ کی قوم نے آپؐ کو قتل کرنے یا پکڑ لانے کیلئے اس اس قدر انعام مقرر کر رکھا ہے اور لوگ آپؐ کے متعلق یہ یہ ارادہ رکھتے ہیں اور میں بھی اسی ارادے سے آیا تھا مگر اب میں واپس جاتا ہوں۔ اس کے بعد میں نے انہیں کچھ زادِ راہ پیش کیا مگر انہوں نے نہیں لیا اور نہ ہی مجھ سے کوئی اور سوال کیا۔ صرف اس قدر کہا کہ ہمارے متعلق کسی سے ذکر نہ کرنا۔ اس کے بعد میں نے (یہ یقین کرتے ہوئے کہ کسی دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملک میں غلبہ حاصل ہو کر رہے گا) آپؐ سے عرض کیا کہ مجھے ایک اَمن کی تحریر لکھ دیں۔ جس پر آپؐ نے عامر بن فہیرہ کو ارشاد فرمایا اور اُس نے مجھے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر امن کی تحریر لکھ دی۔ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی آگے روانہ ہو گئے۔

جب سراقہ واپس لوٹنے لگا تو آپؐ نے اُسے فرمایا ''سراقہ اُس وقت تیرا کیا حال ہو گا۔ جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے؟'' سراقہ نے حیران ہو کر پوچھا کہ ''کسریٰ بن ہرمز شہنشاہِ ایران''؟ آپؐ نے فرمایا ''ہاں۔'' سراقہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ کہاں عرب کے صحرا کا ایک بدوی اور کہاں کسریٰ شہنشاہِ ایران کے کنگن! مگر قدرتِ حق کا تماشا دیکھو کہ جب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایران فتح ہوا اور کسریٰ کا خزانہ غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا تو کسریٰ کے کنگن بھی غنیمت کے مال کے ساتھ مدینہ میں آئے۔ حضرت عمرؓ نے سراقہ کو بُلایا جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو چکا تھا اور اپنے سامنے اسکے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن جو بیش قیمت جواہرات سے لدے ہوئے تھے پہنائے۔

سراقہ کے تعاقب سے رہائی ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے۔ راستہ میں زبیر بن العوامؓ سے ملاقات ہوگئی جو شام سے تجارت کر کے مسلمانوں کے ایک چھوٹے سے قافلے کے ساتھ مکہ کو واپس جا رہے تھے۔ زبیر نے ایک جوڑا سفید کپڑوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ایک حضرت ابوبکرؓ کی نذر کیا۔ اور کہا میں بھی مکہ سے ہو کر بہت جلد آپؐ سے مدینہ میں آملوں گا۔ اور بھی کئی لوگ راستہ میں ملتے تھے اور چونکہ حضرت ابوبکرؓ بوجہ تجارت پیشہ ہونے کے اس راستہ سے بار بار آتے جاتے رہتے تھے اس لئے اکثر لوگ ان کو پہچانتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہچانتے تھے۔ لہٰذا وہ ابوبکرؓ سے پوچھتے تھے کہ یہ تمہارے آگے آگے کون ہے۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے۔ ھٰذَا یَھْدِیْنِیْ السَّبِیْلَ۔ ''یہ میرا ہادی ہے۔'' وہ سمجھتے تھے کہ شاید یہ کوئی دلیل یعنی گائیڈ ہے جو راستہ دکھانے کیلئے حضرت ابوبکرؓ نے ساتھ لے لیا ہے۔ مگر حضرت ابوبکرؓ کا مطلب کچھ اور ہوتا تھا۔

اختتام سفر اور تکمیل ہجرت

آٹھ روز کے سفر کے بعد راستہ میں مختلف جگہ ٹھہرتے ہوئے بارہ ربیع الاوّل 14 نبوی مطابق 20/ستمبر 622ء کو آپؐ مدینہ کے پاس پہنچے۔

اہل یثرب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ سے روانگی کے متعلق خبر پہنچ چکی تھی، اس لیے وہ ہر روز مدینہ سے باہر آپؐ کے استقبال کیلئے آتے اور دیر دیر تک انتظار کرتے رہتے تھے، مگر جب دُھوپ تیز ہونے لگتی تھی تو مایوس ہو کر واپس لوٹ جاتے تھے۔ اُس دن بھی وہ آپؐ کے استقبال کیلئے آئے ہوئے تھے، مگر چونکہ دن بہت چڑھ آیا تھا اس لیے آج بھی مایوس ہو کر واپس چلے گئے تھے کہ اچانک جبکہ وہ ابھی اپنے گھروں میں پہنچے ہی تھے ایک یہودی نے جو اپنی گڑھی میں ایک بلند مقام پر کسی اپنی غرض سے کھڑا تھا دُور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کو سفید لباس میں چمکتے ہوئے دیکھا اور زور سے پُکار کر کہا ''اے اہلِ عرب! جس کا تم راہ دیکھتے ہو وہ یہ آتا ہے۔'' مخلص جماعت کے کان میں یہ آواز پہنچی اور مسلمان خوشی کے جوش میں دیوانے ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور جلدی جلدی ہتھیار سنبھال کر دوڑتے بھاگتے ہوئے شہر سے باہر نکل آئے۔

(سیرت خاتم النبیینؐ، مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد ایم۔اےؓ صفحہ 220 تا 243)

......☆......☆......☆......

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیرالوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اِک قمر ہے
اُس پر ہر اک نظر ہے بدرالدّجیٰ یہی ہے

وہ یارِ لامکانی وہ دلبرِ نہانی
دیکھا ہے ہم نے اُس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیّب و امیں ہے اُس کی ثنا یہی ہے

جو راز دیں تھے بھارے اُس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرماں روا یہی ہے

اُس نُور پر فدا ہوں اُس کا ہی مَیں ہوا ہوں
وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تُو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

❀❀❀

مَیں ہمیشہ
تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں
کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے
(ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس
عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں
ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں
افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُسکے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا
وہ توحید جو دُنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اُسکو دنیا میں لایا

ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اس میں شک نہیں کہ توحید اور خدا دانی کی متاع رسول کے دامن سے ہی دنیا کو ملتی ہے بغیر اس کے ہرگز نہیں مل سکتی اور اس امر میں سب سے اعلیٰ نمونہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلایا کہ ایک قوم جو نجاست پر بیٹھی ہوئی تھی اُن کو نجاست سے اُٹھا کر گلزار میں پہنچا دیا۔ اور وہ جو روحانی بھوک اور پیاس سے مرنے لگے تھے اُن کے آگے روحانی اعلیٰ درجہ کی غذائیں اور شیریں شربت رکھ دیئے۔ اُن کو وحشیانہ حالت سے انسان بنایا۔ پھر معمولی انسان سے مہذب انسان بنایا پھر مہذب انسان سے کامل انسان بنایا اور اس قدر اُن کے لئے نشان ظاہر کئے کہ اُنکو خدا دکھلا دیا اور اُن میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی کہ اُنہوں نے فرشتوں سے ہاتھ جا ملائے۔ یہ تاثیر کسی اور نبی سے اپنی اُمّت کی نسبت ظہور میں نہ آئی کیونکہ اُن کے صحبت یاب ناقص رہے۔ پس مَیں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اِس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو تمام انبیا اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے، وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذُرّیّتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اُس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اُس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اِسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اِسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اسکے نُور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اُس کا چہرہ دیکھتے ہیں اِسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُسی وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اُس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22 صفحہ 118 تا 119)

★...★...★

اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے پناہ عشق

منظوم کلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے — کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلاوے — یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا — نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا — کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے
تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے — ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے
آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند — ہر مخالف کو مقابل پہ بُلایا ہم نے
یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں — وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے
جل رہے ہیں یہ سبھی بغضوں میں اور کینوں میں — باز آتے نہیں ہر چند ہٹایا ہم نے
آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے — لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے
آج اُن نوروں کا اِک زور ہے اِس عاجز میں — دل کو اُن نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے
جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں — ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے
مصطفیٰ پر ترا بےحد ہو سلام اور رحمت — اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام — دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
اُس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں — لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
موردِ قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کی ہم — جب سے عشق اس کا تہِ دل میں بٹھایا ہم نے
زعم میں ان کے مسیحائی کا دعویٰ میرا — افترا ہے جسے از خود ہی بنایا ہم نے
کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں — نام کیا کیا غمِ مِلّت میں رکھایا ہم نے
گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو — رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے
تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ — تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
تیری اُلفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ — اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے
صفِ دشمن کو کیا ہم نے بہ حجت پامال — سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے
نور دکھلا کے ترا سب کو کیا ملزم و خوار — سب کا دل آتش سوزاں میں جلایا ہم نے
نقشِ ہستی تری الفت سے مٹایا ہم نے — اپنا ہر ذرّہ تری رہ میں اڑایا ہم نے
تیرا میخانہ جو اِک مرجعِ عالم دیکھا — خُم کا خُم منہ سے بصد حرص لگایا ہم نے
شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے — تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے
چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات — لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے
دلبرا مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی — آپ کو تیری محبت میں بُھلایا ہم نے
بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش — جب سے دل میں یہ ترا نقش جمایا ہم نے
دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا — نور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے
ہم ہوئے خیرِ امم تجھ سے ہی اے خیرِ رسلؐ — تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام — مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ آ کے مرے پیارے آج
شور محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

...★...★...★...

تقریر جلسہ سالانہ قادیان 2018

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (احترام انسانیت کے حوالہ سے)

(محمد انعام غوری، ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا۔ (سورۃ بنی اسرائیل:71)

ترجمہ: اور ہم نے بنی آدم کو (بہت) شرف بخشا ہے اور ان کیلئے خشکی اور تری میں سواری کا سامان پیدا کیا ہے اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا ہے اور جو مخلوق ہم نے پیدا کی ہے اس میں سے ایک کثیر حصہ پر ہم نے انہیں بڑی فضیلت دی ہے۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیت کے اسی مضمون کے حوالہ سے ایک حدیث قُدسی ہے جس میں حضرت رسول کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے حوالے سے فرمایا کہ

''اَرَدْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ اٰدَمَ''

(مُزِيْلُ الْخِفَاءِ وَالْاَلْبَاسِ، جلد 2، صفحہ 132، مصنفہ اسماعیل بن محمد العجلانی)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں پہچانا جاؤں اِس غرض کیلئے میں نے آدم کو پیدا کیا۔

ایک اور حدیث میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

''خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ''

(بخاری، کتاب الِاستئذان، باب بدء الاذان)

یعنی اللہ نے آدم کو اپنی شکل وصورت پر پیدا کیا۔ اب ظاہر ہے خدا تعالیٰ کی تو کوئی شکل وصورت نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی ذات وصفات کا آئینہ دار ہے۔ ہاں، بشرطیکہ وہ حقیقی معنوں میں انسان ہو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ انسان کی حقیقت کیا ہے؟ سو یاد رکھنا چاہئے کہ انسان عربی لفظ ہے یعنی وہ وجود جسکے اندر دو اُنس یعنی دو محبتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک خدا تعالیٰ سے محبت، دوسری اُسکی مخلوق سے محبت۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی فطرت میں یہ دو محبتیں ودیعت فرما دی ہیں۔ یہ اَور بات ہے کہ کسی میں ان محبتوں کی چمک زیادہ ظاہر ہوتی ہے اور کسی میں کم اور کسی میں اپنی شامتِ اعمال کی وجہ سے بالکل مدھم پڑ جاتی ہے جسکی وجہ سے اُس میں اور حیوان میں فرق نہیں رہ جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے بنی آدم میں ایک ایسا انسان بھی پیدا فرمایا جس میں یہ دونوں محبتیں اپنے کمال کو پہنچی ہوئی تھیں چنانچہ وہ خُدا کی محبت میں اور اُسکے قرب میں اُوپر اُٹھتا چلا گیا حتیٰ کہ خُدا کی ذات میں ایسا محو ہو گیا کہ مخالفین بھی کہہ اُٹھے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ کہ محمد تو اپنے ربّ پر عاشق ہو گیا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور پھر جب مخلوق کی طرف توجہ فرمائی تو اس قدر مخلوق کی ہمدردی میں محو ہو گئے کہ عرش سے رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْنَ اور رؤوف ورحیم کے خطاب عطا ہوئے۔

پس خدا تعالیٰ اور خدا کی مخلوق کی محبت، قُربت اور ہمدردی میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے انتہائی بلند مقام حاصل کیا جسکی وجہ سے آپ ﷺ ''انسانِ کامل'' کہلائے۔

بانیٔ جماعت احمدیہ عاشقِ صادق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے انسانِ کامل ہونے کے سلسلہ میں نہایت وجد آفریں الفاظ میں فرماتے ہیں:

''وہ اعلیٰ درجہ کا نُور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسانِ کامل میں۔ جسکا اُتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید ومولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد 5، صفحہ 160 تا 161)

اس انسانِ کامل نے دُنیا میں کس کس رنگ میں انسانیت کے احترام کو قائم کرنے کی کوشش فرمائی، آج کی مجلس میں وقت کی رعایت سے اُسکی ایک جھلک پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ وباللہ التوفیق۔

سامعین کرام! سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت سے قبل انسانیت کا کچھ احترام نہیں تھا اور انسانی حقوق کا تو کوئی تصوّر ہی نہ تھا۔ بس جس کی لاٹھی اُسی کی بھینس کا اُصول نافذ تھا۔ عورتیں، غلام اور لونڈیاں یہ سب کمزور طبقات ملکیت کے زُمرے میں شمار ہوتے تھے۔ اُس زمانے میں ملکِ عرب کیا، ہر مہذّب ملک میں بھی مفتوح اقوام کے قیدیوں کو غلام بنانے کا رواج عام تھا اور پھر بغیر جنگ وجِدال کے ویسے بھی غریب و بے سہارا مَردوں اور عورتوں کو بیچ دینا اور غلام بنا لینے کا ظالمانہ طریق چلا آ رہا تھا۔

مگر آنحضرت ﷺ نے سب سے پہلے غلاموں کی آزادی کا سلسلہ شروع فرمایا اور جب آپ کی زوجۂ مطہرہ حضرت خدیجہؓ نے شادی کے بعد اپنا مال اور غلام سب کچھ آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے تو آپؐ نے تمام غلام آزاد کر دیئے۔ اور ایک آزاد انسان کو محض اُسکی غُربت اور بے چارگی کے سبب بیچ دینا اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دینا اسکی تو اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی آزاد شخص کو بیچتا ہے اُسے جنّت کی ہَوا تک نہیں چُھوئے گی۔''

(بخاری کتاب البیع)

قرآن کریم کی سورۂ محمد کی آیت نمبر 5 میں یہ لازمی قرار دیا گیا کہ جو لوگ جنگ کی صورت میں قیدی بن کر آئیں اُن کو بطور احسان آزاد کرنا یا پھر زرِ فدیہ لے کر رِہا کرنا ہو گا۔ چنانچہ اس ارشاد ربّانی کی تعمیل میں آنحضرت ﷺ کا اُسوۂ حسنہ بے شمار واقعات سے مزیّن ہے۔ صرف ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔

حضرت زیدؓ بن حارثہ کو ایک غلام کی صورت میں جب حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا تو آپؐ نے اُن کو نہ صرف آزاد کر دیا بلکہ اپنا متبنّٰی (مُنہ بولا بیٹا) بنا لیا اور اسقدر محبت وشفقت کا سلوک فرمایا کہ جب زید کے حقیقی والدین تلاش کرتے کرتے اُن کو لینے آئے تو حضرت زیدؓ نے اپنے والدین کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں رہنے کو ترجیح دی۔

اور پھر اسی آزاد کردہ غلام کے بیٹے اُسامہ کو اسقدر عزت بخشی کہ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں جو لشکر تیار فرمایا اُس کی کمان انہی کے سپرد فرمائی تھی۔

پس انسانیت کا احترام تو اسی صورت میں ظاہر ہو سکتا ہے کہ ہم قوم کے، سماج کے، کمزور اور پچھڑے طبقے کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں۔

ورنہ آج کی مہذّب اور Civilised کہلانے والی دُنیا میں بھی آئے دن ہم غریب نوکروں اور مزدوروں سے جانوروں کا سا سلوک ہوتا دیکھتے ہیں لیکن محسنِ انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں۔ بخاری کتاب العتق کی ایک حدیث کا ترجمہ اس طرح ہے:

''تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔ پس جب کسی شخص کے ماتحت کوئی غلام ہو تو اُسے چاہئے کہ اُسے وہی کھانا دے جو وہ خود کھاتا ہے اور وہی لباس دے جو وہ خود پہنتا ہے اور تم اپنے غلاموں کو ایسا کام نہ دیا کرو جو اُن کی طاقت سے زیادہ ہو۔ اور اگر کبھی ایسا کام دو تو پھر اُس کام میں خود اُن کی مدد کیا کرو۔''

چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے ان ارشادات اور عملی نمونوں کی آپ کے صحابہ کرامؓ پوری اطاعت وفرمانبرداری کرتے تھے۔ حضرت ابوذرؓ کے بارہ میں آتا ہے کہ آپ نے ایک لباس پہنا ہوا تھا جبکہ اُن کے غلام نے بھی ویسا ہی لباس پہنا ہوا تھا۔ اسی طرح صحابہ کرام اپنے غلاموں کے ساتھ کہیں سفر پر جاتے اور سواری ایک ہوتی تو باری باری خود بھی سوار ہوتے اور غلاموں کو بھی سوار کراتے اور خود پیدل چلتے۔

اسی طرح معاشرہ میں عورتیں بھی ایک انتہائی کمزور اور مظلوم طبقہ شمار ہوتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے زمانہ میں تو عورتوں کو گویا انسان ہی نہ سمجھا جاتا تھا بلکہ لڑکی کی پیدائش کو اِسقدر منحوس سمجھا جاتا تھا کہ جسکے گھر لڑکی پیدا ہوتی وہ قوم سے مُنہ چھپائے پھرتا تھا اور بعض سنگدل بدبخت تو بیٹیوں کو زندہ

درگور کر دیا کرتے تھے۔

سامعین کرام! یہ تو آج سے چودہ سو سال قبل زمانۂ جاہلیت کی باتیں تھیں جن کا قرآن کریم اور احادیث میں ذکر ملتا ہے لیکن آج کی مہذّب دُنیا میں بھی دیکھ لیں انسانی مساوات اور مرد اور عورتوں کے درمیان ہر قسم کی تفریق وامتیاز کو ختم کرنے کا دعویٰ کرنے والوں نے بھی یہ قوانین بنا رکھے ہیں کہ کسی حاملہ عورت کا الٹراساؤنڈ کر کے اُسکے جنین کی ماہیت کہ لڑکا ہے یا لڑکی ہے، بتانا قانونی جُرم گردانا جاتا ہے اور ہسپتالوں کے باہر اس قسم کے بورڈ اور اشتہار لگے مشاہدہ کئے جاسکتے ہیں کیوں؟ اسلئے کہ آج بھی بعض گھرانے لڑکیوں کی پیدائش کو منحوس سمجھتے ہیں اور اگر پتہ لگ جائے کہ حمل میں لڑکی پَل رہی ہے تو اُس کا اسقاط کروانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

مگر اُس محسنِ انسانیت حضرت اقدس محمد مصطفٰے ﷺ نے لڑکیوں کی بہترین تعلیم وتربیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا: ’’جس نے دو بیٹیوں کی اچھے رنگ میں تربیت کی وہ اور مَیں قیامت کے دن اس طرح اکھٹے ہوں گے جسطرح دو اُنگلیاں آپس میں ملی ہوتی ہیں۔‘‘ (مسلم)

بیوی سے حُسنِ سلوک کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا: ’’تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ سلوک کرنے میں بہتر ہے پھر اپنا نمونہ دکھاتے ہوئے فرمایا: اَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ دیکھو میں اپنے اہل کے ساتھ سلوک کرنے میں تم سب سے بہتر ہوں۔‘‘ (ترمذی)

پھر ماں کی عزت وتکریم اس حد تک قائم فرمائی کہ فرمایا: ’’جنّت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔‘‘ (نسائی)

پھر ہر حیثیت میں عورت کو وراثت میں حصہ دار بنایا اور مَرد کو یہ حق نہیں دیا کہ اُسکی مرضی کے بغیر اُسکے مال میں تصرّف کرے۔

سامعین کرام! معاشرہ میں عام غرباء ومساکین ایسے کمزور اور بے حیثیت سمجھے جاتے ہیں کہ کوئی اُن کو مُنہ لگانا پسند نہیں کرتا۔ کوئی انہیں پاس بٹھانا یا اُن کے ساتھ بیٹھنا گوارا نہیں کرتا۔ اُن کے ساتھ چلنا بھی گویا اپنی ہتک سمجھتا ہے۔

مگر ہمارے محسنِ انسانیت کی تو شان ہی نرالی تھی آپؐ اکثر یہ دُعا کرتے تھے: ’’اے اللہ! مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھیو اور اسی حالت میں مسکینوں کی جماعت میں اُٹھانا۔‘‘ (ترمذی)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں ایک دیہاتی جسکا نام زاہر تھا شکل وصورت میں بہت سادا اور بھدّا تھا ایک دفعہ وہ بازار میں اپنا سودا بیچ رہا تھا اور پسینے میں شرابور تھا آپ ﷺ نے پیچھے سے جا کر اپنی بانہیں اُسکی گردن میں ڈالدیں اُس کو جب احساس ہوا کہ یہ آنحضور ﷺ ہیں پھر تو وہ خوشی اور محبت سے اپنی پُشت حضورؐ کے جسم مبارک سے رگڑنے لگا۔ آنحضورؐ فرمانے لگے میرا یہ غلام کون خریدے گا۔ وہ بولا اے اللہ کے رسول! پھر تو آپؐ مجھے بہت ہی بے کار سودا پائیں گے۔ مجھے بھلا کون خریدے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا نہیں نہیں اللہ کے نزدیک تو تم گھاٹے کا سودا نہیں ہو۔ تمہاری بڑی قدر وقیمت ہے۔‘‘

(مسند احمد، جلد نمبر 3)

آنحضرت ﷺ غرباء ومساکین کو کھانے وغیرہ کی دعوتوں میں بُلانے کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ وہ دعوت بہت بُری ہے جسمیں صرف اُمراء کو بُلایا جائے اور غرباء کو شامل نہ کیا جائے۔‘‘

(بخاری، کتاب النکاح)

الغرض حضور اکرم ﷺ کی استعدادیں الٰہی منشاء کے مطابق اس قدر نکھر کر منظر عام پر آئیں اور عمل کے سانچے میں ڈھل گئیں کہ انسانیت کا مقصد گویا پورا ہوگیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو روح القدس کی تجلی ہوئی تھی وہ ہر ایک تجلی سے بڑھ کر ہے۔ روح القدس کبھی کسی نبی پر کبوتر کی شکل پر ظاہر ہوا اور کبھی کسی نبی یا اوتار پر گائے کی شکل پر ظاہر ہوا اور کسی پر کچھ یا مچھ کی شکل پر ظاہر ہوا اور انسان کی شکل کا وقت نہ آیا جب تک انسان کامل یعنی ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث نہ ہوا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوگئے تو روح القدس بھی آپ پر بوجہ کامل انسان ہونے کے انسان کی شکل پر ہی ظاہر ہوا۔‘‘ (روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 83 تا 85، کشتی نوح)

انسانیت، مانوتا، Humanity محض گوشت پوست سے بنے مجسمہ کا نام نہیں کہ جس کو کسی بلند جگہ پر رکھ کر اُسکی عزت افزائی کی جائے یا اُس کی پرستش کی جائے بلکہ انسانیت نام ہے اُسکے دل ودماغ کی سوچوں اور اُسکے جذبات واحساسات کا، اُسکی رُوح اور اسکی اخلاقی اور روحانی حالتوں کا۔ اگر ان اقدار کی پاسبانی کی جائے اور ان کی نشوونما اور ترقی کی کوشش کی جائے تو پھر کہا جاسکتا ہے کہ ہاں اُس نے انسانیت کا احترام قائم کیا ہے۔ اس لحاظ سے جب ہم اپنے آقا ومطاع حضرت اقدس محمد مصطفٰے ﷺ کی سیرت طیّبہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ایسے عجیب حیرت انگیز نمونے نظر آتے ہیں جنکی مثال کہیں اور ملنا محال ہے۔

ایک انسان اپنے دوستوں، عزیزوں اور ہم عقیدہ وہم مذہب لوگوں کے ساتھ تو رواداری سے پیش آتا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اُس کا غیروں بلکہ مخالفوں اور دُشمنوں کے ساتھ کیسا سلوک ہے۔

❁ ایک دفعہ مدینہ میں ایک یہودی کا جنازہ آرہا تھا۔ نبی کریمؐ جنازہ کے احترام کیلئے کھڑے ہوگئے۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور! یہ یہودی کا جنازہ ہے آپ نے فرمایا ’’کیا اِس میں جان نہیں تھی، کیا وہ انسان نہیں تھا؟‘‘

(بخاری، کتاب الجنائز)

❁ حضرت یعلیٰؓ بن مُرّہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریمؐ کے ساتھ کئی سفر کئے۔ کبھی ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ آپؐ نے کسی انسان کی نعش پڑی دیکھی ہو اور اُسے دفن نہ کروایا ہو۔ آپ نے کبھی یہ نہیں پوچھا کہ یہ مسلمان ہے یا کافر ہے۔

چنانچہ جنگِ بدرؔ میں ہلاک ہونے والے (24) مشرک سرداروں کو بھی آپؐ نے خود میدانِ بدرؔ میں ایک گڑھے میں دفن کروادیا تھا جسے قلیب بدرؔ کہتے ہیں۔‘‘

(بخاری، کتاب المغازی)

❁ غزوۂ احزاب میں مُشرکین کا ایک سردار نوفل بن عبداللہ مخزومی مقابلہ میں ہلاک ہوا۔ مشرکینِ مکہ جنگِ اُحد میں رسول اللہؐ کے چچا حضرت حمزہؓ کے ناک کان کاٹ کر اُن کی نعش کا مُثلہ کر چکے تھے اور یہی اُن کا طریق تھا اب وہ طبعاً خائف تھے کہ اُن کے سردار سے بھی ایسا ہی نہ کیا جائے۔ انہوں نے رسول اللہؐ کو پیغام بھجوایا کہ دس ہزار درہم ہم سے لے لیں اور نوفل کی نعش واپس کردیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہم مُردوں کی قیمت نہیں لیا کرتے۔ تم اپنی نعش واپس لے جاؤ۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد 3)

❁ مدینہ میں ایک یہودی لڑکے کو اپنی گھریلو خدمت کیلئے آپ نے ملازم رکھا ہوا تھا۔ جب وہ بیمار ہوا تو اُسکی عیادت کو خود تشریف لے گئے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 3)

❁ آنحضرت ﷺ کے ایک صحابی ثمامہ بن اثال تھے وہ یمامہؔ میں رہتے تھے۔ انکی طرف سے مکہ والوں کو گندم آیا کرتی تھی۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا اور اُن کو علم ہوا کہ مکہ والے نبی کریم ﷺ کے ساتھ بُرا سلوک کرتے ہیں تو انہوں نے فیصلہ کرلیا کہ آج کے بعد گندم کا ایک دانہ بھی ادھر سے مکہ میں نہیں پہنچے گا۔ چنانچہ مکہ والے مصیبت میں پڑ گئے اور جب ثمامہ بن اثال مکہ آئے تو انہوں نے مکہ والوں کو کہہ دیا کہ جب تک میرے محبوب ﷺ اجازت نہ دیں گے یمامہ سے گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا۔ تب مکہ والوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ تو صلہ رحمی کی تعلیم دیتے ہیں۔ ہماری گندم بند ہوگئی اور ہم بھوک کی وجہ سے مرنے لگے ہیں ہم پر رحم فرمائیں۔ اِس پر نبی کریمؐ نے ثمامہ کو ہدایت فرمائی کہ اے ثمامہ! ان کی گندم نہ روکو۔ چنانچہ محسنِ انسانیت کی اس شفقت سے مکہ والوں کی گندم دوبارہ شروع ہوگئی۔ (السیرۃ النبویۃ لِابن ہشام)

لاہور سے شائع ہونے والے ایک رسالہ ’’ست اُپدیش‘‘ کے ایڈیٹر نے 7 رجولائی 1915ء کی اشاعت میں لکھا تھا:

’’لوگ کہتے ہیں اسلام شمشیر کے زور سے پھیلا مگر ہم اُن کی اس رائے سے موافقت کا اظہار نہیں کر سکتے...... کیوں؟ اسلئے کہ بانیٔ اسلام کے اندر روحانی شکتی تھی۔ منش ماتر (بنی نوع انسان) کیلئے پریم تھا۔ اُسکے اندر محبت اور رحم کا پاک جذبہ کام کر رہا تھا۔ نیک خیالات اُسکی رہنمائی کرتے تھے۔‘‘

سامعین کرام! یہ اُن اخلاقِ کریمانہ کی ایک جھلک تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کے احترام کے سلسلہ میں دکھلائی تھی۔ لیکن اگر مزید تفصیلات میں جا کر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر انسان کا جسم اور شریر اُسکی آتما اور رُوح بنیادی طور پر یہ تقاضا کرتی ہے کہ کوئی اُسکی بھوک کو دُور کرے کوئی اُس کو صاف پانی پلادے کوئی اُس کے ننگ کو ڈھانکنے کا سامان کردے اور کوئی اُس کو کُھلے آسمان کے نیچے پڑا نہ رہنے دے۔ چنانچہ آج کی ترقی یافتہ دُنیا بھی ہر انسان کی ان بنیادی ضروریات روٹی کپڑا اور مکان فراہم کرنے کو انسانیت کی خدمت کا معراج سمجھتی ہے۔ لیکن آج بھی ہم سُنتے اور دیکھتے ہیں کہ یہ نعرہ لگانے والی بڑی بڑی ترقی یافتہ حکومتیں بھی اس مہم میں سو فیصد کامیاب

نہیں ہو پاتیں جبکہ ترقی پذیر ممالک میں تو اس لحاظ سے انسانیت شرمسار نظر آتی ہے۔

مگر آج سے چودہ سو برس پہلے ہی قرآن کریم نے بنی نوع انسان کے اس بنیادی حق کو تسلیم کرتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ۝ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ۝

(سورۃ طٰہٰ: 119 تا 120)

یعنی اے انسان! تیرے لئے مقدر ہے کہ نہ تُو اس میں بھوکا رہے اور نہ ننگا اور یہ بھی کہ نہ تُو اس میں پیاسا رہے اور نہ دھوپ میں جلے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے بعد خُلفائے راشدین کے زمانے میں اس تعلیم پر عمل بھی کر کے دکھا دیا۔لیکن بدقسمتی سے جُوں جُوں مسلمان حکومتوں کے سربراہوں میں انسانیت کے احترام کا فُقدان اور نفس پرستی اور ذاتی مفادات کی ترجیح نے جگہ بنالی تو وہاں کے عوام بھی انسانیت کے بنیادی لوازمات سے محروم ہوتے چلے گئے اور آج عوام اور حکومتوں کے سربراہ باہم برسرِ پیکار نظر آتے ہیں۔

دوسری طرف ترقی یافتہ ممالک نے انسانیت کی ان بنیادی ضرورتوں اور اُن کی تکمیل کیلئے بڑے بڑے منصوبے بنائے۔ سرمایہ دارانہ نظام کے بالمقابل اشتراکی نظام سامنے آیا اسکے باوجود امراء اور غرباء کے درمیان مساوات قائم کرنے کی تمام کوششیں ناکام ہوگئیں۔امراء، امیر ترین اور غرباء، غریب ترین ہوتے چلے جا رہے ہیں جسکی وجہ سے انسان، انسان کا دُشمن ہوا جا رہا ہے۔

پس جب تک ہر انسان کی بنیادی ضروریات کی تشخیص ہو کر ان کی فراہمی کا انتظام نہیں ہوتا اُس وقت تک انسانیت کا احترام قائم نہیں ہوسکتا اور انسان امن وچین کی زندگی نہیں گزار سکتا اور یہ صرف اور صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب صحیح معنوں میں اسلام کے اقتصادی نظام پر عملدرآمد کیا جائے اور آنحضرت ﷺ کی تعلیمات اور اُسوۂ حسنہ پر عمل کیا جائے۔

جسمیں پہلا اُصول یہ ہے کہ دولت کی صحیح رنگ میں تقسیم اور تصرّف کا انتظام کیا جائے اس کیلئے اسلام نے ورثہ کی تقسیم کا نظام قائم فرمایا۔ خاندان کے ہر فرد کو خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی ورثہ کی تقسیم میں حصہ دار ٹھہرا دیا۔اس صورت میں جائیدادیں تقسیم ہو کر صرف چند لوگوں کے قبضے میں نہیں رہ سکتیں۔

دوسرا اصول دولت کی صحیح تقسیم کیلئے یہ بیان فرمایا گیا کہ روپیہ جمع کرنے کی ممانعت فرمادی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو سونا اور چاندی وہ دُنیا میں جمع کرے گا اُسی کو آگ میں گرم کر کے قیامت کے دن اُسے داغ دیا جائے گا (سورۃ التوبۃ آیت 34 تا 35) مردوں کو تو خاص طور پر ریشم اور سونے کے استعمال سے منع فرمایا اور گھر میں سونے چاندی کے برتن استعمال کرنے سے بھی منع فرمایا۔

تیسرا اصول سُود کی ممانعت سے تعلق رکھتا ہے۔کیونکہ روپیہ سے روپیہ کمایا جاتا ہے جس سے امیر بغیر کسی محنت ومشقت کے امیر ترین ہوتا چلا جاتا ہے۔پس سُود ایک بڑی لعنت ہے جو بنی نوع انسان کے سروں پر مسلّط ہے اگر دُنیا امن اور سکھ چین کا سانس لینا چاہتی ہے تو اس کا طریق یہی ہے کہ دُنیا سے سود کو مٹا دیا جائے اور اسطرح دولت کو چند ہاتھوں میں جمع ہونے سے روکا جائے۔

چوتھا اصول یہ ہے کہ بنی نوع انسان کی دلی ہمدردی اور غم گساری کے جذبات اُبھارے جائیں۔اس سلسلہ میں اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (البقرہ :30) وہی خدا ہے جس نے جو کچھ زمین میں ہے تم سب کیلئے پیدا کیا ہے۔یعنی اس دُنیا میں جو کچھ ہے وہ سب بنی نوع انسان کی مجموعی مِلک ہے اگر خدا تعالیٰ نے کسی کی ذہنی صلاحیت اور محنت کے نتیجہ میں زیادہ مالدار بنایا ہے تو وہ یہ یقین رکھے کہ اسکے زائد اموال میں دوسرے کم صلاحیت والے غرباء ومساکین کا بھی حصہ ہے اس کیلئے اسلام نے زکوٰۃ کا حکم دیا ہے اور اس کیلئے ایک نصاب معیّن فرمایا ہے اسی طرح جو دولت بے مصرف یُونہی سال بھر پڑی رہے اُس پر بھی زکوٰۃ عائد فرمائی نیز ضرورت سے زائد گھریلو زیورات پر بھی زکوٰۃ عائد فرمائی اس طرح ہمدردی کے جذبات کے ساتھ مستحق ضرورتمند بنی نوع انسان کی ضرورتوں کے پورا کرنے کے سامان فرمائے ہیں۔

سامعین کرام! اس کے علاوہ انسانیت کو جو خطرہ درپیش تھا اور آج بھی ہے وہ ہے ذات پات کی تفریق اور رنگ ونسل کا امتیاز اور پھر مذہبی اختلافات، اس حد تک انسان کو انسانیت سے گرا دیتے ہیں کہ قتل وغارت گری تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔انسانی دہشت گردی اور خودکش حملوں کے علاوہ انتہائی مہلک ہتھیاروں اور ڈرون حملوں کے نتیجہ میں بوڑھے، بچے، عورتیں اور معصوم جانوں کے قتل عام کے واقعات آئے دن ہم سُنتے اور دیکھتے آ رہے ہیں۔قرآن کریم ایسی معصوم ہلاکتوں کو پوری انسانیت کی ہلاکت قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا

(سورۃ المائدہ:33)

یعنی جس نے بھی کسی ایسے نفس کو قتل کیا جس نے کسی دوسرے کی جان نہ لی ہو یا زمین میں فساد نہ پھیلایا ہو تو گویا اُس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے اُسے زندہ رکھا تو گویا اُس نے تمام انسانوں کو زندہ کر دیا۔

پس مُسلم دہشتگرد ہوں یا غیر مسلم، ترقی یافتہ ممالک کے مہلک ہتھیار سپلائی کرنے والے ہوں یا ترقی پذیر ممالک کے مہلک ہتھیاروں کو خرید کر استعمال کرنے والے ہوں، جب تک محسنِ انسانیت کی اس اصولی تعلیم پر عمل پیرا نہ ہوں گے انسانیت کو ہمیشہ خطرہ لاحق رہے گا۔

اس امن بخش پیغام کو لے کر ہمارے پیارے امام حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دُنیا کے سرکردہ لیڈروں کو اور بڑے بڑے ایوانوں اور پارلیمنٹوں میں جا کر اقوام عالم کو متنبہ کر رہے ہیں۔

چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 11 جون 2013ء کو انگلستان میں جماعت احمدیہ مسلمہ کی صدسالہ تقریبات کے سلسلہ میں پارلیمنٹ ہاؤس لندن میں اپنے خطاب میں فرمایا:

"حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری حیاتِ طیبہ دنیا میں فروغِ امن کیلئے وقف کر دی۔یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلیٰ نصب العین تھا۔یقیناً وہ دن آئے گا جب بنی نوع انسان کو یہ احساس ہوگا اور وہ سمجھ جائیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتہا پسندی کی کوئی تعلیم نہیں لائے۔بنی نوع انسان کو یہ احساس بھی ہو جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اور صرف امن، محبت اور ہمدردی کا پیغام لائے ہیں...... جماعت احمدیہ مسلمہ انہی تعلیمات پر کاربند ہے اور انہی کے مطابق زندگی بسر کر رہی ہے۔یہی وہ ہم آہنگی، رواداری اور ہمدردی کی تعلیم ہے جسے دنیا کے کناروں تک پہنچانے کیلئے ہم مصروفِ عمل ہیں۔ہم احمدی مسلمان ہی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس تاریخی، بےنظیر اور لاثانی نرمی، محبت اور شفقت کی تقلید کرتے ہیں۔"

(عالمی بحران اور امن کی راہ، صفحہ 127)

جماعت احمدیہ انگلستان کی نویں سالانہ امن کانفرنس کے موقع پر حضور انور نے فرمایا:

"ہم ممبران جماعت احمدیہ حتی الوسع اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ دنیا اور انسانیت کو تباہی سے بچایا جائے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس زمانہ میں وقت کے امام کو قبول کیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود بنا کر بھیجا اور وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین کے غلام کی حیثیت سے مبعوث ہوئے کیونکہ ہم اپنے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر دل وجان سے عمل پیرا ہیں اس لئے دنیا کی حالت پر ہمارے دل سخت کرب وتکلیف میں مبتلا ہیں۔انسانیت کو تباہی اور مصیبت سے بچانے کی ہماری کوششوں کے پیچھے یہی دکھ اور تکلیف کارفرما ہے۔اسی لئے خاکسار اور تمام احمدی مسلمان دنیا میں امن کے حصول کیلئے اپنی اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

(عالمی بحران اور امن کی راہ، صفحہ 46)

نیز 11 جون 2013ء کو پارلیمنٹ ہاؤس لندن میں بیان فرمودہ خطاب میں فرمایا:

"وقت کی اہم ضرورت ہے کہ عالمی امن اور ہم آہنگی کے قیام کی کوشش میں سب لوگ ایک دوسرے کا اور تمام مذاہب کا احترام قائم کریں بصورت دیگر خطرناک نتائج نکل سکتے ہیں۔

دُنیا ایک گلوبل ویلیج بن گئی ہے۔لہٰذا باہمی احترام کے فقدان اور امن کے فروغ کیلئے باہمی اتحاد پیدا نہ ہونے کی صورت میں صرف مقامی آبادی یا شہر یا کسی ایک ملک کو نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ درحقیقت یہ تمام دنیا کی تباہی پر منتج ہوگا۔ہم سبھی پچھلی دو عالمی جنگوں کی ہولناک تباہیوں سے بخوبی آگاہ ہیں۔بعض ممالک کی پالیسیوں کی وجہ سے ایک اور عالمی جنگ کے آثار دُنیا کے افق پر نمودار ہو رہے ہیں۔اگر عالمی جنگ چھڑ گئی تو مغربی دُنیا بھی اس کے دیر تک رہنے والے تباہ کن نتائج سے متاثر ہوگی۔ آئیں خود کو اس تباہی سے بچالیں۔آئیں اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کو جنگ کے مہلک اور تباہ کُن نتائج سے محفوظ کر لیں کیونکہ یہ مہلک جنگ ایٹمی جنگ ہی ہوگی اور دُنیا جس طرف جا رہی ہے اس میں یقینی طور پر ایک ایسی جنگ چھڑنے کا خطرہ ہے۔ان ہولناک نتائج سے

بچنے کیلئے انصاف، دیانتداری اور ایمانداری کو اپنانا ہوگا اور وہ طبقے جو نفرتوں کو ہوا دے کر امنِ عالم کو تباہ کرنے کے درپے ہیں ان کے خلاف متحد ہو کر اُنہیں روکنا ہوگا۔

میری خواہش اور دلی دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ بڑی طاقتوں کو اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داریاں اور فرائض انتہائی منصفانہ اور درست طریق پر نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔‘‘

(عالمی بحران اور امن کی راہ، صفحہ 129)

سامعین کرام! محسنِ انسانیت حضرت اقدس محمد مصطفےٰ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری حج جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے، میں جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ انسانیت کا سراونچا کرنے والا وہ بلند و بالا جھنڈا ہے جو قیامت تک نمایاں طور پر لہراتا رہے گا اور بنی نوع انسان کو درسِ انسانیت دیتا رہے گا۔

چنانچہ آپ نے سن 9 ہجری کی 11 ہویں ذی الحجہ کو اُس وقت کے حاضر مسلمانوں کے سامنے کھڑے ہو کر جو خطبہ ارشاد فرمایا اُس کا کچھ حصہ یُوں ہے فرمایا:

’’اے لوگو سُنو! تمہارا خُدا ایک ہے اور اسی طرح تمہارا باپ ایک ہے۔ (یعنی تم سب آدم کی نسل سے تعلق رکھتے ہو) کسی عربی کو عجمی (یعنی غیر عرب) پر اور کسی سُرخ رنگ والے کو کالے پر اور کسی کالے کو سُرخ رنگ والے پر کوئی فضیلت نہیں۔ سوائے اسکے کہ جو تقویٰ شعار (یعنی نیک انسان) ہو۔ یاد رکھو اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار ہے۔‘‘

نیز فرمایا: ’’تمام انسان خواہ کسی قوم اور کسی حیثیت کے ہوں انسان ہونے کے لحاظ سے ایک ہی درجہ رکھتے ہیں۔ یہ فرماتے ہوئے آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں ملا دیں اور فرمایا جس طرح ان دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں آپس میں برابر ہیں اسی طرح تم بنی نوع انسان آپس میں برابر ہو۔ تمہیں ایک دوسرے پر فضیلت اور درجہ ظاہر کرنے کا کوئی حق نہیں۔ تم آپس میں بھائیوں کی طرح ہو۔

بہرحال ایک لمبا خطبہ آپ نے ارشاد فرمایا جس میں ماتحتوں، غلاموں، عورتوں سے حُسنِ سلوک وغیرہ کی نصیحت فرماتے ہوئے آخر پر فرمایا: ’’یہ حکم آج کیلئے نہیں۔ کل کیلئے نہیں بلکہ اُس دن تک کیلئے ہے کہ تم خُدا سے جا کر ملو۔ پھر فرمایا۔ یہ باتیں جو میں تم سے آج کہتا ہوں ان کو دُنیا کے کناروں تک پہنچا دو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ جو لوگ آج مجھ سے سُن رہے ہیں اُن کی نسبت وہ لوگ ان پر زیادہ عمل کریں جو مجھ سے نہیں سُن رہے۔‘‘

(بخاری، کتاب المغازی باب حجۃ الوداع)

ایک انڈین فلاسفر مسٹر کے۔ ایس راما کرشنا راؤ جو کئی کُتب کے مصنّف ہیں اور 2011ء میں حکومتِ ہند نے موصوف کو پدم شری کے اعزازی ایوارڈ سے نوازا ہوا ہے۔ موصوف نے 1996ء میں آنحضرتؐ کی سیرت طیبہ اور انسانیت کے احترام میں کی گئی مساعی سے متاثر ہو کر جن الفاظ میں آپ کو خراجِ تحسین پیش کیا تھا اسکے ایک دو اقتباسات کا انگریزی سے اُردو ترجمہ یہ ہے۔ فرماتے ہیں:

’’عالمی بھائی چارے کے اصول اور انسانی مساوات کی تعلیم جسے آپ نے پیش کیا انسانیت کے معاشرتی ارتقاء میں آپ کے عظیم کردار کی عکاسی کرتے ہیں۔ تمام بڑے مذاہب نے یہی تعلیمات دی ہیں لیکن نبیٔ اسلام نے اس نظریہ کا عملی نمونہ پیش کیا اور شاید صدیوں بعد جب بین الاقوامی ضمیر بیدار ہونے سے نسلی تعصّبات ختم ہوں گے اور سب انسان اخوّت کی لڑی میں پروئے جائیں گے تب اس بات کی اہمیت کا اندازہ ہوگا۔ عربوں میں یہ رسم راسخ تھی کہ طاقتور زور بازو سے وراثت حاصل کرتا تھا۔ مگر اسلام صنفِ نازک کے دفاع کا علمبردار بنا اور اُس نے عورتوں کو والدین کے ترکے کا وارث قرار دیا۔ جبکہ انگلستان میں جو جمہوریت کی ابتدائی درسگاہ کہلاتا ہے 1881ء میں اسلام کا یہ اصول اپنایا گیا اور یہ قانون The Married Woman's Act کے نام سے موسوم ہوا۔ تاریخی ریکارڈ سے واضح ہوتا ہے کہ محمدؐ کے تمام ہمعصر چاہے وہ دوست ہوں یا دُشمن، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وقیع خواص، بے داغ ایمانداری، زہد و تقویٰ اور اسکے علاوہ زندگی کے ہر میدان میں انسانی عادات و اطوار میں آپ کے نمونہ کو بہترین تسلیم کرتے ہیں ...... کہا جاتا ہے کہ ایک دیانتدار انسان خدا کی بہترین تخلیق ہے۔ محمد (ﷺ) امانت و دیانت میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ انسانیت گویا آپ میں رچی بسی تھی۔ آپؐ کی روح محبت اور ہمدردیٔ خلق کے گیت گاتی تھی۔ انسان کی خدمت، انسان کو رفعت بخشنا، انسان کا تزکیہ کرنا، انسان کو تعلیم دینا علیٰ ھذا القیاس آدمی کو انسان بنانا آپ کا مطمحِ نظر اور مقصدِ حیات تھا۔ آپ کی زندگی کا واحد محرک اور رہنما اُصول جو آپ کی سوچ، الفاظ اور اعمال سے صاف ظاہر ہے انسانیت کی بھلائی ہے۔‘‘

(بحوالہ اُسوۂ انسانِ کاملؐ مؤلفہ حافظ مظفر احمد صاحب، صفحہ 628 تا 629)

بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنے اشعار میں کیا خوب فرماتے ہیں ؎

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کا پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار
پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اِک معجزہ
معنیٔ رازِ نبوت ہے اسی سے آشکار

پس یہ حقیقت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے معجزات میں سے یہ ایک عظیم معجزہ ہے کہ آپ نے عرب کی وحشی و بہائم خصلت قوم کو انسانی اقدار سے روشناس کرایا پھر انسان سے با اخلاق انسان اور با اخلاق انسان سے باخُدا انسان بلکہ خُدا نُما انسان بنا دیا۔ اور انسانیت کے احترام کو بامِ عروج تک پہنچا دیا۔

یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ دَائِمًا
فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَ بَعْثٍ ثَانٍ
اللّٰھُم صَلِّ عَلٰی محمّدٍ وعلٰی اٰلِ محمّدٍ
وبارِك وسلِّم انك حمیدٌ مجیدٌ

......☆......☆......☆......

تقریر جلسہ سالانہ قادیان 2018

سیرت حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

(حافظ مظفر احمد، ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد مقامی، ربوہ)

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (الاحزاب:24)

ترجمہ: مومنوں میں ایسے مرد ہیں جنہوں نے جس بات پر اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچا کر دکھایا۔ پس ان میں سے وہ بھی ہے جس نے اپنی منّت کو پورا کر دیا اور ان میں سے وہ بھی ہے جو ابھی انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے ہرگز (اپنے طرز عمل میں) کوئی تبدیلی نہیں کی۔

قبول اسلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر آغاز میں ہی حضرت علیؓ نے نوعمری میں اسلام قبول کرنے کی سعادت پائی۔ ان کے بعد ان کے بڑے بھائی حضرت جعفرؓ نے اپنے والد ابوطالب کے ایماء پر رسول اللہ ﷺ اور اپنے بھائی کا ساتھ دیتے ہوئے جب پہلی نماز ادا کی تو آنحضرت ﷺ نے انہیں ''ذوالجناحین'' اور ''طیار'' کا لقب عطا فرماتے ہوئے یہ بشارت دی کہ ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو پر عطا فرمائے ہیں، جن کے ساتھ آپ جنت میں پرواز کریں گے۔'' (الاکمال فی اسماء الرجال از شیخ ولی الدین ابوعبداللہ خطیب، صفحہ 170 تا 171)

ہجرت حبشہ

یہ زمانہ تھا جب مکہ کے مسلمان قریش کے مظالم کا شکار تھے۔ حضرت جعفرؓ نے بھی رسول اللہ ﷺ کی ہدایت پر دیگر مظلوم مسلمانوں کے ہمراہ حبشہ کے عادل عیسائی بادشاہ کے ہاں جا کر پناہ لے لی مگر قریش کو یہ کیسے گوارا ہو سکتا تھا انہوں نے اپنے دو سرداروں کو مسلمانوں کے تعاقب میں بیش قیمت تحائف دے کر بھجوایا تا کہ وہ شاہ حبشہ تک رسائی پا کر مسلمانوں کو واپس مکہ لے آئیں۔ مگر منصف مزاج بادشاہ نجاشی نے کوئی یکطرفہ فیصلہ کرنے کی بجائے مسلمانوں کو بھی اپنے دربار میں بلوایا۔ مظلوم مسلمان حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حاضر ہوئے۔

حضرات! آیئے چشم تصور میں اُس واقعہ کا نظارہ کرنے کیلئے آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل ملک حبشہ چلتے ہیں جہاں شاہی دربار سجا ہے۔ وزیر ومشیر اور پادری اپنی نشستوں پر براجمان ہیں، بادشاہ مسلمانوں سے پوچھتا ہے کہ تم نے اپنی قوم کا مذہب اور وطن کیوں چھوڑا؟ مسلمان مہاجرین کی نمائندگی کا حق ادا کرتے ہوئے حضرت جعفرؓ کمال فصاحت بیانی سے یہ خوبصورت تقریر کرتے ہیں اور جرأت ایمانی سے سرشار ہو کر بادشاہ سے مخاطب ہوتے ہیں کہ:

''اے بادشاہ! ہم جہالت اور گمراہی کے گڑھے میں گرے ہوئے تھے، بتوں کی پوجا کرتے تھے، گندی فحش باتیں بکتے تھے۔ مردار کھایا کرتے تھے۔ ہم میں کوئی انسانیت کی خوبی نہ تھی۔ خداوند تعالیٰ نے جس کا فضل تمام جہان پر چھایا ہوا ہے، محمد ﷺ کو ہمارے لئے رسول کر کے بھیجا۔ اُس کی شرافت نسب اور راست گفتاری صفائے باطنی اور دیانت داری سے ہم خوب آگاہ ہیں۔ اُس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی ظاہر فرمائی اور وہ اللہ کا پیغام لے کر ہمارے پاس آیا کہ صرف ایک خدا پر ایمان رکھو۔ اُس کی ذات اور صفات میں اور کسی کو شریک مت کرو اور بتوں کی پرستش نہ کرو۔ راست گفتاری اپنا شعار ٹھہراؤ۔ امانت میں کبھی خیانت نہ کرو۔ اپنے تمام ابنائے جنس سے ہمدردی رکھو۔ پڑوسیوں کے حقوق کی نگہداشت کرو۔ عورت ذات کی عزت کرو۔ یتیموں کا مال نہ کھاؤ۔ پاکیزگی اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرو۔ خدا کی عبادت کرو۔ اس کی یاد میں کھانا پینا تک بھول جاؤ۔ راہِ خدا میں غریبوں کی مدد کیلئے خیرات کرو۔

اے بادشاہ! صرف اس ایمان لانے پر ہمیں وہ ایذائیں دی گئی ہیں کہ جلاوطن ہونا اور راہ غربت اختیار کرنا پڑا ہے ہمیں اپنے دیس میں کہیں پناہ نہ ملی۔ تیرے انصاف اور رحم سے ہمیں اُمید ہے کہ تو ہم غریبوں پر ظلم نہ ہونے دے گا۔

حضرت جعفرؓ نے اس رقت بھرے دل سے اس تقریر کو ادا کیا کہ نجاشی پر اُس کا بہت اثر ہوا اور اُس کا دل اُس رسول عربی کی کچھ تعلیم سننے کا آرزومند ہوا۔'' (یہ بیان ایک ہندو مصنف پرکاش دیو جی کی کتاب ''سوانح عمری محمد صاحب، صفحہ 53'' سے ہے، بحوالہ چشمہ معرفت، صفحہ 250 طبع اول)

اس پر حضرت جعفرؓ نے سورۃ مریم کی آیات ایسی خوش الحانی سے تلاوت کیں کہ خدا ترس بادشاہ نجاشی بے اختیار رونے لگا اور روتے روتے اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی اور بے اختیار کہہ اٹھا ''خدا کی قسم! ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کلام اور موسیٰ کے کلام کا منبع ایک ہی ہے یعنی خدائے علیم وخبیر'' اور سفرائے مکہ کو یہ فیصلہ سنایا کہ ''خدا کی قسم! میں ان لوگوں کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔''

اگلے روز سرداران مکہ نے عیسائی بادشاہ کو مذہبی لحاظ سے مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کو محض ایک انسان مانتے اور اُن کی توہین کرتے ہیں۔ بادشاہ نے پھر مسلمانوں کو بلا کر پوچھا کہ عیسیٰؑ بن مریم کے بارہ میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ حضرت جعفرؓ نے کہا اس بارہ میں ہمارے نبی پر یہ کلام اترا ہے اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ (النساء:172) کہ عیسیٰ اللہ کا بندہ اور اسکا رسول روح اللہ اور اسکا کلمہ ہے جو اس نے کنواری مریم کو عطا فرمایا۔''

تب مجلس پر ایک سناٹا چھا گیا اور بادشاہ بھی کہہ اٹھا کہ ''حضرت عیسیٰؑ کا مقام تنکا برابر بھی اُس سے زیادہ نہیں جو قرآن نے بیان کیا ہے'' اور اعلان کر دیا کہ ''مسلمانوں کو سرزمین حبشہ میں مکمل امان دی جاتی ہے۔'' اسکے کچھ عرصہ بعد حضرت جعفرؓ نے رسول اللہ ﷺ کا خط شاہ حبشہ کو پہنچایا تو اس نے اپنے قبول اسلام کا بھی اعلان کر دیا۔

یہ تھا کسی پہلے مسلمان بادشاہ کے قبول اسلام میں حضرت جعفرؓ کا شاندار کردار!

ہجرت مدینہ

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مدینہ کے بعد جب حالات کچھ سازگار ہو گئے تو حضرت جعفرؓ نے حبشہ میں اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ کی طرف دوسری ہجرت کرنے کی سعادت پائی۔

6 ہجری میں حضرت جعفرؓ کے ساتھ مہاجرین حبشہ کا قافلہ فتح خیبر کے معاً بعد حضور ﷺ سے ملا۔ 14 سال بعد اپنے مہاجر بھائیوں کی وطن واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے خود آگے بڑھ کر جعفرؓ کا استقبال کیا۔ پیار سے گلے لگایا، وفور محبت سے ان کی پیشانی چوم لی اور فرمایا ''آج میں اتنا خوش ہوں کہ نہیں کہہ سکتا کہ فتح خیبر کی خوشی زیادہ ہے یا جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کے آنے کی۔''

(ابن سعد، جلد 4، صفحہ 123، استیعاب، جلد 1 صفحہ 313)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ تب سے حضرت جعفرؓ کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے خاص مشیروں میں شامل فرما لیا۔

غزوہ موتہ میں شرکت

حبشہ سے واپسی پر ابھی ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ رومی سرحد پر قیصر روم کے غسانی حاکم نے شاہ بصریٰ کی طرف جانیوالے مسلمان سفیر کو قتل کروا دیا، یہ مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ تھا۔ جوابی کارروائی کیلئے نبی کریم ﷺ نے تین ہزار کا اسلامی لشکر تیار کیا جس میں شامل خاندانی وجاہت والے کئی صحابہ کے باوجود آپؐ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ کو اس لشکر کا سالارِ اوّل مقرر فرمایا اور حضرت جعفرؓ کو ان کا نائب اور فرمایا ''زید بن حارثہ کی شہادت کی صورت میں امیر لشکر حضرت جعفرؓ ہوں گے اور ان کے بعد عبداللہؓ بن رواحہ۔''

لشکر موتہ روانہ ہوا۔ مدینہ سے قریباً دس منزل یعنی ایک ہزار کلومیٹر کے فاصلہ پر موتہ میں ایک لاکھ رومی فوج سے سخت مقابلہ ہوا اور تینوں مسلمان جرنیلوں کی شہادت کے بعد بالآخر حضرت خالد بن ولیدؓ نے جھنڈا سنبھالا اور دشمن پر فتح پائی۔ اسی روز خدائے علیم وخبیر نے رسول کریم ﷺ کو مدینہ میں بیٹھے ان سارے حالات کی اطلاع فرما دی۔

(بخاری، کتاب المغازی)

داد شجاعت اور شہادت

رسول اللہ ﷺ نے منادی کروا کے، اہل مدینہ کو جمع کیا اور اس غیبی اطلاع سے آگاہ

کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’لوگو! ایک نہایت دردناک خبر ہے۔ غزوہ موتہ پر جانے والے مسلمانوں نے میدان جنگ میں دشمن سے خوب مقابلہ کیا۔ سب سے پہلے امیر لشکر حضرت زیدؓ شہید ہوگئے تو علم لشکر حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے سنبھالا، وہ بھی نہایت جانبازی سے لڑے، میں نے انہیں اپنی آنکھوں سے راہ خدا میں جان قربان کرتے دیکھا ہے۔ ان کے بعد تیسرے امیر عبداللہ بن رواحہ بھی شہید ہوگئے۔ حضور ﷺ نے ان امراء لشکر کیلئے دعائے مغفرت بھی کروائی۔‘‘ پھر ان کے نیک انجام کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ ’’مجھے جعفرؓ، زیدؓ اور عبداللہؓ کا یہ نظارہ بھی دکھایا گیا ہے کہ وہ موتی کے خیمہ یعنی ایک شاندار شیش محل میں ہیں اور ہر ایک الگ تخت پر رونق افروز ہے۔‘‘

(مسند احمد، جلد 5، صفحہ 229، استیعاب، جلد 1 صفحہ 314)

غزوہ موتہ میں شامل ایک صحابی عبداللہ بن زبیرؓ نے حضرت جعفرؓ کی شہادت کا حال یوں سنایا کہ خدا کی قسم! حضرت جعفرؓ کا وہ نظارہ اب بھی میرے سامنے ہے جب میدان جنگ میں وہ گہرے سرخ رنگ کی گھوڑی سے چھلانگ لگا کر نیچے اترے اور تلوار کے ایک ہی وار سے اسکا کام تمام کر کے دشمن کی صفوں میں یہ شعر پڑھتے ہوئے گھس گئے: ’’اے جنت پاکیزہ! تیرے اتنے قریب آجانے پر تجھے خوش آمدید۔ رومی کافروں پر عذاب کا وقت قریب ہے۔ میرا فرض ہے کہ شمشیر زنی سے دشمن کا مقابلہ کروں۔‘‘

گویا بزبانِ حال یہ کہتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کر دی کہ ؎

فرض پیارا ہے مجھے اب زندگی پیاری نہیں

ایک دوسرے صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے تھے کہ ’’میدان موتہ میں ہم نے اپنے امیر حضرت جعفرؓ کی نعش اس حال میں پائی تھی کہ ان کے جسم میں تلواروں اور نیزوں کے ستر سے بھی زائد زخم تھے۔‘‘ (بخاری، کتاب المغازی) اور یوں حضرت جعفرؓ نے ہر وار سینہ پر لیتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا تھا۔

شہید کے خاندان سے حسن سلوک

شہید کی بیوہ حضرت اسماءؓ بنت عمیس پر جو قیامت گزری اسکا حال خود حضرت اسماءؓ یوں بیان کرتی ہیں کہ:

’’جس روز اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو حضرت جعفرؓ کی شہادت کی خبر ملی۔ آپؐ ہمارے گھر تشریف لائے اور جعفرؓ کے بچوں کو بلوا کر گلے لگایا۔ انہیں پیار کرتے ہوئے آپؐ کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ آپؐ روتے کیوں ہیں؟ کیا جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارہ میں کوئی خبر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں وہ آج خدا کی راہ میں شہید ہوگئے ہیں۔ اسماءؓ اچانک یہ دردناک خبر سُن کر چلّا اٹھیں۔ رسول کریم واپس تشریف لے آئے تا کہ اسماءؓ آنسو بہا کر اپنا غم غلط کرلیں۔ دوسرے روز آپؐ پھر تشریف لائے اور اہل خانہ کو صبر و حوصلہ دلاتے ہوئے بتایا کہ ابھی جعفرؓ فرشتوں جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے ساتھ میرے سامنے سے گزرے اور مجھے بتایا کہ فلاں روز میرا مشرکوں سے مقابلہ ہوا تھا اور مجھے تیر، تلوار اور نیزے کے تہتر کے قریب زخم جسم کے اگلے حصہ میں آئے۔ اسلامی جھنڈا میرے ہاتھ میں تھا جب دایاں ہاتھ کٹ گیا تو میں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں تھام لیا مگر وہ بھی اس راہ میں کٹ گیا۔ ان ہاتھوں کے عوض اب اللہ نے مجھے دو پر عطا فرمائے ہیں اور میں فرشتوں کے ساتھ محوِ پرواز ہوں۔‘‘

(ابوداؤد، کتاب الجہاد، استیعاب، جلد 1 صفحہ 314، منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند، جلد 5، صفحہ 155)

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’بس آج کے بعد کوئی میرے بھائی جعفرؓ پر بلند آواز سے نہ روئے۔‘‘ (مسند احمد، جلد 6، صفحہ 372، منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند، جلد 5، صفحہ 156)

مگر شہدائے مُوتہ کی شہادت پر آپؐ سمیت سب اہل مدینہ کے دل تو رو رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ شہدائے غزوۂ موتہ کی اطلاع ملنے پر نبی کریم مجلس تعزیت میں تشریف فرما ہوئے تو آپؐ کے چہرے سے حزن وملال کے آثار صاف ظاہر تھے۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ موتہ)

شاعر دربار نبویؐ حضرت حسان بن ثابتؓ نے صحابہ کے جذبات اپنے مرثیہ میں یوں بیان کیے:

وَكُنَّا نَرٰی فِیْ جَعْفَرٍ مِنْ مُحَمَّدٍ
وَفَاءً وَاَمْرًا صَارِمًا حَیْثُ یُؤْمَرُ

یعنی ہم نے حضرت جعفر طیارؓ میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نسبت وفا کا یہ عظیم الشان نمونہ دیکھا کہ انہیں جو فرمان ملا وہ بجالائے۔

(الاصابہ، جزء2، صفحہ 249)

اس نازک صورتحال میں بھی اپنے پیاروں کی وفات پر غم سے نڈھال خدا کا رسولؐ اپنے اصحاب کو یہ دلاسہ دے رہا تھا کہ ’’شہادت کے اس مرتبۂ بلند کے بعد اپنے مولیٰ کے پاس وہ شہداء اتنے زیادہ خوش ہیں کہ انہیں آج دنیا میں موجود نہ ہونے کی کوئی حسرت باقی نہیں۔‘‘

(بخاری، کتاب المغازی)

شہدائے راہِ حق کیلئے یہ پروانہ رضائے باری مجھے لاہور، کراچی، سندھ اور دیگر شہداء کی عظمت کی بھی یاد دلاتا ہے۔ مگر اے دورِ حاضر کے ان شہداء کے وارثو اور عزیزو! کیا تمہارے لئے یہ دلاسۂ رسول کافی نہیں ہے کہ تمہارے شہید بھی اپنے مقام بلند پر اپنے مولیٰ کے حضور بہت راضی اور خوش ہیں۔

حضرات! مَیں بات کر رہا تھا شہید قوم کے لواحقین سے اپنے آقا ﷺ کی دلداری اور ہمت افزائی کی!

رسول اللہ ﷺ تیسرے روز پھر حضرت جعفرؓ کے گھر بغرض تعزیت تشریف لے گئے۔ ان کے یتیم بیٹے عبداللہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے خدا تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے یہ دعا کی: ’’اے اللہ! جعفرؓ کے اہل وعیال کا خود حافظ وناصر ہوجا۔‘‘

پھر شہید کی بیوہ کو تسلی دلاتے ہوئے فرمایا: ’’ان کے بچوں کے فقر وفاقہ کا خیال دل میں نہ لانا، میں نہ صرف اس دنیا میں ان کا ذمہ دار ہوں بلکہ اگلے جہاں میں بھی ان کا دوست اور ولی ہوں گا۔‘‘ (مسند احمد، جلد 1، صفحہ 204)

ایک دفعہ پھر میرے چشم تصور میں شہدائے لاہور کے وہ خوش نصیب لمحات آئے۔ جب اس سنت نبویؐ کے مطابق 86 شہدائے لاہور کے حق میں ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ایک طرف متضرعانہ دعائیں کر رہے تھے تو دوسری طرف خود ہر شہید کے گھر فون کر کے محبت بھرے دلاسے دے رہے تھے، آپ نے اُن کے پسماندگان کی ذمہ داری اور کفالت کے وہ حق ادا کر دکھائے جسکی دنیا شاہد ہے۔

احباب کرام! حضرت جعفرؓ کی زندگی کا بڑا عرصہ ہجرت حبشہ میں گزرا۔ ان کی سیرت کے بارہ میں تفصیلی روایات ناپید ہیں لیکن ان کے اخلاق فاضلہ پر اُس سے بڑی گواہی کیا ہو گی جو صاحب خلق عظیم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے انہیں اپنا مثیل اور ہم خلق قرار دے دیا۔ پھر اصحاب صفہ میں سے فاقہ کش حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت جعفرؓ کو ایک سال تک قریب سے دیکھا، وہ شہادت دیتے ہیں کہ میں نے جعفرؓ سے زیادہ مسکینوں کے حق میں بہتر کوئی شخص نہیں دیکھا۔ وہ ہم غریبوں کو اپنے گھر لے جاتے اور کھانے کیلئے جو میسر ہوتا، پیش کر دیتے تھے۔

حضرت جعفرؓ کی یہ غریب پروری دیکھ کر نبی کریمؐ نے ان کی کنیت ’’ابوالمساکین‘‘ رکھ دی تھی گویا وہ مساکین سے اپنی اولاد کی طرح سلوک کرتے تھے۔

(اصابہ، جزء2، صفحہ 218)

اور یوں جعفرؓ کے انتقال پُر ملال سے ان کے بال بچے ہی نہیں، غرباء اور مساکین بھی یتیم ہوگئے۔

خدا رحمت کنداِیں عاشقان پاک طینت را

......☆......☆......☆......

درود شریف کی برکات و روحانی تأثیرات

(طاہر احمد چیمہ، اُستاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا (سورۃ الاحزاب: 57)

یقیناً اللہ اور اسکے فرشتے نبی ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیۡتَ عَلٰۤی اِبۡرَاھِیۡمَ وَعَلٰۤی اٰلِ اِبۡرَاھِیۡمَ اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکۡ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکۡتَ عَلٰۤی اِبۡرَاھِیۡمَ وَعَلٰۤی اٰلِ اِبۡرَاھِیۡمَ اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ

اس آیت کریمہ کی وضاحت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کیلئے کوئی لفظ خاص نہ فرمایا لفظ تو مل سکتے تھے لیکن خود استعمال نہ کئے یعنی آپ ﷺ کے اعمال صالحہ کی تعریف، تحدید سے بیرون تھی۔ اس قسم کی آیت کسی اور نبی کی شان میں استعمال نہ کی آپ کی روح میں وہ صدق وصفا تھا اور آپ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اِس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کیلئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکر گزاری کے طور پر درود بھیجیں۔''

(اخبار الحکم، جلد 7، صفحہ 25)

اللہ تعالیٰ کا یہ مومنوں پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے افضال الٰہی اور آنحضرت ﷺ کے لامتناہی انوار و فیوض سے برکت اور حصہ پانے کیلئے ایک ذریعہ، درود شریف رکھا ہے جس سے ہر مومن اپنی استعداد اور توفیق کے مطابق فیض حاصل کرسکتا ہے۔

درود شریف کی برکات کے تذکرہ میں بے شمار احادیث آنحضرت ﷺ سے مروی ہیں۔ ان میں سے چند احادیث، احباب کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن ابی طلحہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور خوشی آپ کے چہرے سے نمایاں تھی آپ ﷺ نے فرمایا کہ جبریلؑ میرے پاس آئے اور کہا کہ اَے محمد ﷺ کیا آپ اس پر خوش نہیں کہ آپ کی اُمت میں سے جب کوئی ایک بھی آپ پر درود وسلام بھیجے گا تو میں اس پر دس مرتبہ درود اور سلام بھیجوں گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے تو خدا اس پر درود بھیجتا ہے پس اب یہ بندہ پر ہے چاہے تو کم کرے چاہے تو زیادہ کرے (ابن ماجہ کتاب اقام الصلوٰۃ باب صلوٰۃ علی نبی ﷺ)

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ درود کے نتیجے میں درود پڑھنے والے کی دس خطائیں دور کر دیتا ہے اور اس کے دس درجات بلند فرماتا ہے۔ (نسائی کتاب السھو الفضل فی الصلوٰۃ علی النبی ﷺ)

درود شریف کی برکات میں یہ شامل ہے کہ اس کے ذریعہ ھم وغم دور ہوتے ہیں اور یہ گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔

حضرت ابی بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ پہ بکثرت درود بھیجتا ہوں آپ خود ہی فرمائیں کہ میں آپ پر کتنا درود بھیجا کروں آپ نے فرمایا جتنا چاہو۔ وہ کہتے ہیں میں نے عرض کی، کیا ایک چوتھائی آپ ﷺ نے فرمایا جتنا چاہو اور اگر تم اس سے بھی زیادہ درود بھیجو تو وہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ راوی کہتے ہیں میں نے عرض کی، کیا نصف۔ آپ ﷺ نے فرمایا جتنا چاہو اور اگر تُم اس سے بھی زیادہ درود بھیجو تو وہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ راوی کہتے ہیں میں نے عرض کی، کیا دو تہائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جتنا چاہو اور اگر تُم اس سے بھی زیادہ درود بھیجو تو وہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ راوی کہتے ہیں میں نے عرض کی آئیندہ سے میں اپنی تمام دعا کو درود سے ہی مخصوص کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا اس طرح تمہارے سب ھم وغم دور ہو جائیں گے اور تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(ترمذی کتاب صفۃ القیامہ والرقائق و الورع عن رسول اللہ ﷺ)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ یہ حدیث پڑھ کر میرے دل میں بھی تمنا مچلی کہ میں بھی ایسا ہی کروں چنانچہ ایک روز قادیان میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میری یہ خواہش ہے کہ میں اپنی تمام خواہشوں اور مرادوں کے بجائے درود شریف ہی کی دعا مانگا کروں۔

حضورؑ نے اس پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور تمام حاضرین سمیت ہاتھ اُٹھا کر اُس وقت میرے لئے دعا کی۔ تب سے میرا اِس پر عمل ہے کہ اپنی تمام خواہشوں کو درود شریف کی دعا میں شامل کر کے اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہوں۔

(ملخص ذکر حبیب، صفحہ 236)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ایک دن میں ہزار بار مجھ پر درود بھیجے گا وہ اِسی زندگی میں جنت کے اندر اپنا مقام دیکھ لے گا۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت و ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنے والا قریبی راہ سے اُس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ ''تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ'' (حم سجدہ: 31) کے مطابق اپنی زندگی میں جنت کی بشارت بلکہ خود جنت کو پالیتا ہے۔ اس سے بڑھ کر درود شریف کی برکات میں سے اور کون سی برکت ہوگی۔

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی حضرت شیخ کرم الٰہی صاحب پٹیالویؓ کا بیان ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ مبارک میں ایک دفعہ جب میں قادیان سے واپس آنے کیلئے تیار ہوا تو میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ بتایا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت صاحب اکثر درود شریف اور استغفار کثرت سے پڑھنے کا ہی ارشاد فرمایا کرتے ہیں۔ ہم اس سے زیادہ اور کیا بتا سکتے ہیں۔ پس درود شریف کا جس قدر ممکن ہو، ورد رکھو اور چلتے پھرتے استغفار پڑھا کرو۔ چنانچہ حسب توفیق میں اس پر کاربند رہا۔

پھر فرماتے ہیں: ''ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ مسجد مبارک میں مع خدام کھانا کھا رہے تھے اور میں دسترخوان پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے پاس بیٹھا تھا۔ حضرت مولوی صاحب ممدوح نے آہستہ سے مجھ سے پوچھا کہ نماز مغرب کے بعد کتنا وقت گزرا ہوگا۔ میں نے کہا قریباً ایک گھنٹہ۔ آپ نے فرمایا کہ جب ہم کسی شخص کو درود شریف اور استغفار کیلئے کہتے ہیں تو اکثر لوگ عدیم الفرصتی اور وقت کی کمی کا عذر کر دیتے ہیں مگر یہ عذر درست نہیں۔ دیکھو ہم حضرت صاحب کی باتیں بھی توجہ سے سنتے رہے ہیں اور اِس ایک گھنٹہ کے قریب وقت میں ہم نے پانچ سو مرتبہ درود شریف بھی پڑھا ہے...... میں نے اس زریں اصول کی پابندی سے بفضلہٖ تعالیٰ بہت فائدہ اٹھایا ہے اور اگر غفلت یا شامت اعمال حائل نہ ہو تو اس طرح سے انسان تضیع اوقات سے بہت حد تک بچ سکتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔''

آنحضرت ﷺ پر درود پوری توجہ اور عقیدت سے اور حقیقی محبت اور دلسوزی کے ساتھ بھیجنا چاہئے اور یہ کہ محض کثرت شمار کوئی خاص فضیلت کی بات نہیں بلکہ فضیلت اس بات میں ہے کہ آنحضرت ﷺ پر بہتر سے بہتر طور پر درود بھیجا جائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھ پر درود بھیجا کرو۔ تمہارا مجھ پر درود بھیجنا خود تمہاری پاکیزگی اور ترقی کا ذریعہ ہے۔

اس حدیث کا مضمون بالکل واضح ہے درود شریف پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس سے خیالات پاک ہوتے ہیں اور اعمال پاک ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی نے تجربہ کرنا ہو تو ضرور بالضرور کرے، اگر کثرت سے ہزاروں کی تعداد میں درود شریف تو پڑھ لیا، ساتھ ہی رشوت بھی لی۔ ساتھ ہی بے ایمانی بھی کی، ساتھ ہی دوسروں کو ایذا بھی دی تو درود کی برکتیں خود ہم نے اپنے ہاتھ سے ضائع کر دیں۔

درود شریف پڑھنے سے ایک تو خدا کی محبت دل میں زور پکڑتی ہے دوسرے رسول اللہ ﷺ سے دلی لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے اور انسان وہ کام کرتا ہے جو رسول اللہ ﷺ نے کئے تھے۔ گویا وہ سنت رسول کا عاشق اور پیروکار ہو جاتا ہے۔ درود شریف انسان کو روحانی بیماریوں سے پاک کر کے اعلیٰ کمالات بخشتا ہے۔

بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار

درود شریف کی برکات سے انسان کو طمانیت نصیب ہوتی ہے انسان کیا اس سے تو چرند پرند بھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ 36 میں حضرت غلام رسول صاحب راجیکیؓ کا واقعہ آتا ہے کہ قادیان قیام کے دوران ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے حضرت غلام رسول صاحب

راجیکیؓ کے سپرد کتابت کا کچھ کام کیا اس دوران درود شریف کی برکت کا ایک واقعہ پیش آیا آپ فرماتے ہیں میں نے حسب ارشاد اس کار ثواب کو کرنا شروع کر دیا اور 12 بجے اسکول سے فارغ ہوکر بقیہ سب وقت کتابت میں صرف کرتا ان دنوں میری قیامگاہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے شہر والے مکان کے ایک کمرہ میں تھی۔ برابر کے کمرہ کے برآمدہ میں دو جنگلی کبوتروں نے انڈے دیئے ہوئے تھے ایک دن خاکروب نے مکان کی صفائی کرتے ہوئے گھونسلے کو توڑ پھوڑ دیا اور انڈے ٹوٹ کر گر گئے۔ میں اُس وقت کتابت میں مشغول تھا جب کبوتر نے گھونسلے کو ویران اور انڈوں کو ٹوٹا ہوا دیکھا تو دردناک آواز سے پھڑ پھڑانا شروع کر دیا ان کی دردناک آواز اور بے تابی نے مجھ پر شدید اثر کیا اور میں اپنا قلم روک کر ان کی طرف متوجہ ہوا اور بچشم اشکبار ان کے غم میں شریک ہوگیا میں دیر تک سوچتا رہا کہ ان بے زبان پرندوں کی دلجوئی کس طرح کروں لیکن کوئی صورت نظر نہ آئی آخر مجھے خیال آیا کہ درود شریف چونکہ قبول شدہ دعا ہے اس لئے اگر میں اسے اس نیت سے پڑھوں کہ اس کا ثواب اللہ تعالیٰ بجائے مجھے پہنچانے کے ان پرندوں کو تسلّی کی صورت میں عطا فرمائے تو ہوسکتا ہے کہ ان بے زبانوں کی کچھ غم خواری ہو سکے چنانچہ میں نے اس نیت سے درود شریف پڑھنا شروع کیا تو ان پرندوں کی بے تابی دور ہوگئی اور وہ آرام کے ساتھ بیٹھ گئے۔ ان کو خاموش دیکھ کر میں نے اپنا قلم اٹھایا اور درود شریف کا وظیفہ بند کر کے کتابت میں مصروف ہوگیا لیکن ابھی میں نے چند سطریں ہی لکھی تھیں کہ کبوتروں نے پھر بے چینی اور بے تابی کا اظہار شروع کر دیا ان کی دردناک حالت کو دیکھ کر میں نے پھر درود شریف پڑھنا شروع کر دیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آرام سے بیٹھ گئے لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب میں نے کتابت شروع کی تو ان کی حالت پھر متغیر ہو گئی۔ تین چار دفعہ اس طرح وقوع میں آیا اسکے بعد اذان ہونے پر میں کمرہ بند کر کے مسجد میں چلا گیا اور کبوتر اڑ گئے۔

اس زمانہ میں سب سے بڑھ کر عشق و محبت سے آنحضرتؐ پر درود بھیجنے والے آپؐ کے عاشق صادق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعودؑ تھے اور اسی نسبت سے آپؑ نے اس کی برکات بھی حاصل کیں۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے میں ایک زمانہ تک مجھے بہت استغراق رہا کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں وہ بجز وسیلہ نبی کریم ﷺ کے مل نہیں سکتیں جیسا کہ خدا بھی فرماتا ہے وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (مائدۃ: 36) تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ دو سقے یعنی ماشکی آئے اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں اور ان کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں هٰذَا بِمَا صَلَّيْتَ عَلٰى مُحَمَّدٍ۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 131)

پھر فرمایا: ''ایک مرتبہ میں قولنج زحیری سے سخت بیمار ہوا اور سولہ دن پاخانہ کی راہ سے خون آتا رہا اور سخت درد تھا جو بیان سے باہر ہے ...... جب میری مرض اس نوبت پر پہنچ گئی تو خدا تعالیٰ نے میرے دل پر القاء کیا کہ اَور علاج چھوڑ دو اور دریا کی ریت جسکے ساتھ پانی بھی ہو تسبیح اور درود کے ساتھ اپنے بدن پر ملو۔ تب بہت جلد دریا سے ایسی ریت منگوائی گئی اور میں نے اِس کلمہ کے ساتھ کہ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم اور درود شریف کے ساتھ اُس ریت کو بدن پر ملنا شروع کیا۔ ہر ایک دفعہ جو جسم پر وہ ریت پہنچتی تھی تو گویا میرا بدن آگ میں سے نجات پاتا تھا۔ صبح تک وہ تمام مرض دُور ہو گئی۔'' (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 246 حاشیہ)

نیز ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ''درود جو حصول استقامت کا ایک بہترین ذریعہ ہے بکثرت پڑھو مگر نہ رسم و عادت کے طور پر بلکہ رسول اللہ ﷺ کے حسن و احسان کو مدنظر رکھ کر اور آپ ﷺ کے مدارج اور مراتب کی ترقی کیلئے اور آپ ﷺ کی کامیابیوں کے واسطے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ قبولیت دعا کا شیریں اور لذیز پھل تم کو ملے گا۔'' (ملفوظات، جلد 3 صفحہ 38)

ہمارے موجودہ امام بھی افراد جماعت کو گاہے بگاہے درود پڑھنے کی طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں۔ خلافت جوبلی کے موقع پر حضور انور نے جن دعاؤں کی طرف توجہ دلائی تھی ان میں درود شریف کے بارہ میں فرمایا کہ کم از کم تینتیس مرتبہ درود شریف روزانہ پڑھیں۔ پھر 11 مئی 2014 کے خطبہ جمعہ میں ان دعاؤں کو دوہرایا تو درود شریف کثرت سے پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ پھر جب بھی دشمن نے حضور ﷺ کی ذات با برکات کو اعتراض کا نشانہ بنایا تو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت کو آنحضور ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنے کی تحریک فرمائی۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: ''آنحضرت ﷺ پر کروڑوں اور اربوں دفعہ درود بھیجیں۔ پس جب تک درود پر توجہ رہے گی تو اس کی برکت سے جماعت کی ترقی اور خلافت سے تعلق اور اس کی حفاظت کا انتظام رہے گا۔ آج دشمن اسلام آنحضرت ﷺ کے نام پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کر رہا ہے اس کی یہ کوشش سوائے اسکے بدانجام کے اس کو کوئی بھی نتیجہ نہیں دلا سکتی لیکن اسکی اس مذموم کوشش کے نتیجہ میں ہم احمدی یہ عہد کریں کہ آنحضرت ﷺ پر کروڑوں اور اربوں دفعہ درود بھیجیں۔''

(الفضل انٹرنیشنل 18 اپریل 2008ء)

پھر فرماتے ہیں: ''پس جہاں ایسے وقت میں جب آنحضرت ﷺ کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی مچا ہوا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کے فرشتے آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہوں گے، بھیج رہے ہوں گے، بھیج رہے ہیں۔ ہمارا بھی کام، جنہوں نے اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کے اس عاشق صادق اور امام الزمان کے سلسلہ اور اس کی جماعت سے منسلک کیا ہوا ہے، یہ ہے کہ اپنی دعاؤں کو درود میں ڈھال دیں اور فضا میں اتنا درود، صدق دل کے ساتھ بکھیریں کہ فضا کا ہر ذرہ درود سے مہک اٹھے۔ اور ہماری تمام دعائیں اس درود کے وسیلے سے خدا تعالیٰ کے دربار میں پہنچ کر قبولیت کا درجہ پانے والی ہوں۔ یہ ہے اس پیار اور محبت کا اظہار جو ہمیں آنحضرت ﷺ کی ذات سے ہونا چاہئے اور آپ ﷺ کی آل سے ہونا چاہئے۔''

(خطبات مسرور، جلد 4، صفحہ 115)

محترم محمد اسمٰعیل صاحب سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان اپنے رسالہ ''درود شریف'' میں لکھتے ہیں کہ مکرمی شیخ کرم الٰہی صاحب پٹیالوی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت پرانے مخلصین میں سے ہیں، اپنے ایک خط بنام خاکسار میں لکھتے ہیں:

''ایک دفعہ ہم دس بارہ آدمی پٹیالہ سے یہ معلوم کر کے کہ آج کل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام انبالہ چھاؤنی میں تشریف فرما ہیں، صرف زیارت کی غرض سے وہاں گئے۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ حضرت میر ناصر نواب صاحب (والد ماجد حضرت ام المومنین رضی اللہ عنھا) ہنوز بسلسلہ ملازمت انبالہ چھاؤنی میں رہتے تھے، جو زمانہ شیر خوارگی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ تھا۔ جب ہم لوگ حضور کی خدمت میں بنگلہ ناگ پھنی میں جو حضور نے کرایہ پر لیا ہوا تھا حاضر ہوئے، تو حضور نے اطلاع پاتے ہی شرف باریابی بخشا۔ اور قریب ایک گھنٹہ کے ہم خدمت میں حاضر رہے۔ اس جلسہ میں ہمارے ہمراہیوں میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ مجھ کو ایک درویش ایک خاص درود بتا گئے ہیں جس کی تاثیر اُس درویش نے یہ بتائی تھی کہ جو مشکل پیش آئے اس درود شریف کو پڑھ لیا کرو، وہ مشکل حل ہو جائے گی۔ اور کہا کہ میرا تجربہ ہے کہ جب کوئی مشکل کا وقت آیا تو جہاں میں نے اس درود شریف کا ورد کیا وہ مشکل فوراً حل ہوگئی۔ حضور کی اس بارہ میں کیا رائے ہے۔ حضور نے فرمایا کہ:

''درود شریف کے جس قدر بھی فضائل بیان کئے جائیں کم ہیں۔ میں خود اسکا صاحب تجربہ ہوں۔ مجھ پر جو خدا تعالیٰ کے انعامات ہیں، درود شریف کی برکات اور تاثیرات کا اس میں زیادہ حصہ ہے۔ درود شریف کا ورد کرنے والا نہ صرف ثواب اُخروی پاتا ہے بلکہ وہ اس دنیا میں بھی عزت پاتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے میں کسی ایسے درود کا قائل نہیں کہ جو انسان کو خدا سے بے نیاز کر دے اور جسکے وِرد کے بعد قضاء وقدر کے احکام خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں نہ رہیں بلکہ درود خواں ان پر حاکم ہوجائے۔ اس مقام پر حضور کے کلام میں جوش کے آثار نمایاں ہوگئے اور چہرے پر سرخی آگئی اور فرمایا کہ بے شک درود شریف کی بڑی برکات اور تاثیرات ہیں اور اسکی کثرت سے انسان پر برکات نازل ہوتی ہیں اور اسکی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اسکے بے شمار فضائل ہیں۔ لیکن باوجود اسکے انسان کو خدا تعالیٰ کی بے پروائی اور بے نیازی سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے۔ کبھی ایسا بھی وقت ہوتا تھا کہ جس نبی اکرم ﷺ پر درود بھیج کر لوگ خیر و برکت پاتے ہیں، خود اُسے بھی خدا کے احکام کے آگے تسلیم و رضا کے سوا چارہ نہ تھا۔ پس درود خوب پڑھو اور کثرت سے پڑھو۔ مگر اس بات کو بھی ہمیشہ پیش نظر رکھو اور خدا تعالیٰ کو قادر مطلق اور بے نیاز خدا سمجھو اور تسلیم اور رضا پر ایمان کی بنیاد رکھو۔''

(رسالہ درود شریف صفحہ 214 تا 216)

آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعائیہ الفاظ کے ساتھ اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں: ''اے پیارے خدا اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔ اے خدا اگر یہ عظیم الشان نبی دنیا میں نہ آتا تو پھر جسقدر چھوٹے چھوٹے نبی دنیا میں آئے ہیں انکی سچائی پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہ ہوتی۔ اللّٰھمّ صلّ وسلّم وبارك علیه وآله واصحابه اجمعین۔ (اتمام الحجہ، صفحہ 28)

......☆......☆......☆......

تربیتِ اَولاد ــــ اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روشنی میں

(نیاز احمد نائک، استاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:22) یعنی رسول کریم ﷺ تمہارے لئے زندگی کے ہر شعبہ میں بہترین قابل تقلید نمونہ اور مشعل راہ ہیں۔

آنحضرت ﷺ جس دور میں پیدا ہوئے وہ ہر لحاظ سے تاریکی اور ظلمت کا دور تھا۔ تربیت اولاد کے حوالے سے بھی عرب کی قوم پستی کا شکار تھی۔ بچی کی پیدائش قابل نفرین تھی۔ بعض قبائل میں تو لڑکیوں کو زندہ درگور کیا جاتا تھا اور لڑکوں کے تئیں بھی سختی اور درشتی کو روا رکھا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک اعرابی اقراء بن حابس نے آنحضرت ﷺ کو بچوں کو پیار کرتے دیکھا تو اس نے آپ ﷺ سے حیرانی سے پوچھا اَتُقَبِّلُوْنَ صِبْيَانَكُمْ کیا تم بچوں کو چومتے ہو اور ان سے پیار کرتے ہو۔ بچوں سے لگاؤ صرف اس حد تک ہو تا تھا کہ وہ بڑے ہو کر لڑائیوں اور تشدد میں حصہ لے کر قومی فخر کا باعث ہونگے۔ انکے نام بھی حربی اور جنگی رکھے جاتے تھے۔ حضرت علیؓ کے ہاں جب پہلا بیٹا حسن پیدا ہوا تو اس کا نام حرب رکھا گیا۔ حرب کا مطلب جنگ ہے۔ آنحضرت ﷺ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے اس کو پسند نہیں فرمایا اور آپ کا نام حرب تبدیل کر کے حسن رکھ دیا۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت تربیت اولاد کے سلسلہ میں بھی رحمت کا باعث بنی اور تربیت اولاد کے سلسلہ میں آپ ﷺ نے راہنما اصول وضع فرمائے جو کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں ہمیں جا بجا ملتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے تربیت اولاد کے سلسلہ میں جو طریق کار اپنایا وہ عین قرآن کریم کی تعلیمات کے موافق تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی عملی تصویر تھے۔ تربیت اولاد کے سلسلہ میں جو بھی تعلیمات قرآن کریم میں وارد ہوئی ہیں ان تعلیمات پر آپ نے عمل کر کے دکھایا۔

آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اولاد کی تربیت پیدائش سے پہلے شروع ہو جاتی ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ نکاح کے لئے نیک اور محبت کرنے والی بیوی کا انتخاب کرو۔ آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ حضور قیامت کب برپا ہوگی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کیلئے آپ نے تیاری کیا کی ہے۔ اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ کسی بھی واقعہ کی تیاری اس کے رونما ہونے سے زیادہ اہم ہے۔ اسی طرح شادی کرنے سے زیادہ اہم اس سے پہلے کا جائزہ اور انتخاب ہے۔ یہ عمارت کی پہلی اینٹ ہے اگر یہ درست رہی تو ساری نسل بھی درست ہے اور اگر یہ ٹیڑھی ہوئی تو ساری عمارت ہی ٹیڑھی تعمیر ہو جائے گی۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

یعنی عمارت کی پہلی اینٹ اگر ٹیڑھی ہو تو پھر ساری عمارت میں ٹیڑھا پن آجاتا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب بچہ جنین کی حالت میں ہو تو اس وقت بھی اس کی تربیت ونگہداشت کو ملحوظ رکھا جائے۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ اس دوران بچہ، ماں کے رجحانات سے متاثر ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میرا بیٹا عبدالحئ اپنی ماں کی کوکھ میں تھا تو میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اس دوران لکھنے پڑھنے کی طرف سے زیادہ توجہ دو چنانچہ بعد میں جب عبدالحی کی ولادت ہوئی تو اس کا رجحان بھی پڑھنے لکھنے کی طرف زیادہ تھا۔ ایک دفعہ بچپن میں اس کے سامنے قلم اور سکہ رکھا گیا اس نے قلم ہی اُٹھالیا۔ یہ ایک ضمنی تائیدی واقعہ تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے اپنے بچے کی تربیت کیلئے کچھ نصیحت کیجئے۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ آپ کے بچے کی کیا عمر ہے تو اس نے کہا ایک سال۔ تو آپ نے فرمایا کہ آپ نے بچے کی تربیت کے معاملے میں دیر کر دی۔ آپ ﷺ کے اس فقرے سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نومولود بچے کی تربیت کس قدر اہم اور ضروری ہے۔ اسلئے سب سے پہلے بچے کے کان میں اذان دینے کی آپ ﷺ نے ترغیب دلائی۔ اس کے بعد تربیتی نکات بیان فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ افتحوا علی صبیانکم اول کلمة بلا الہ الا اللہ۔ کہ بچوں کو پہلی بات جو سکھانی ہے وہ لا اِلٰہ الا اللہ ہو۔ گویا آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ سب سے پہلا درس بچے کے کان میں خدا کی بڑائی اور کبریائی کا ہو اور پہلا درس جو وہ سیکھے اور اپنے منہ سے ادا کرے وہ بھی خدا کی بڑائی اور اسکی وحدانیت اور محبت کا سبق ہو۔ آپ ﷺ اپنے نواسوں سے بہت پیار کرتے تھے ایک دفعہ آپ سے ان نواسوں نے پوچھا کہ آپ ہم سے بھی پیار کرتے ہیں اور خدا سے بھی پیار کرتے ہیں۔ ایک ہی وقت میں دو محبتیں کیسے ممکن ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا جب تمہاری اور خدا کی محبت کا مقابلہ ہوگا تو وہاں خدا کی محبت ہی غالب آئے گی۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ساتویں دن بچے کا عقیقہ کیا جائے، اسکا نام رکھا جائے جب وہ سات سال کا ہو جائے تو نماز کا حکم دو جب وہ دس سال کا ہو جائے تو نماز ادا نہ کرنے پر ضروری تنبیہ اور تعزیز بھی کرو اور اسکا بستر الگ کرو۔ اسکے بعد جب وہ 12، 13، 14 سال کا ہو جائے تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا ہے کہ پھر دعا سے بچے کی تربیت کرو کیونکہ اگر اسکے بعد سختی کروگے تو بچہ باغی ہو جائے گا۔

اولاد کی تربیت کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک راہنما اصول یہ بیان فرمایا کہ اَكْرِمُوْا اَوْلَادَكُمْ وَاَحْسِنُوْا اَدَبَهُمْ کہ بچوں کی عزت کرو اور انہیں اچھے اخلاق وعادات سکھاؤ۔ بچوں کو عزت دینے میں ان سے طرز تکلم اور طرز تخاطب میں نرمی اور مٹھاس بھی شامل ہے۔ قرآن کریم میں جابجا انبیاء اپنے بچوں کو يٰبُنَيَّ يٰبُنَيَّ یعنی اے میرے بیٹے۔ اے میرے بیٹے کہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ گفتگو کا یہ انداز بہت ہی پیارا اور مشفقانہ ہے لیکن اگر بچوں کے ساتھ درشتی اور سختی کے ساتھ بات کی جائے تو وہ نیوٹن کے کشش ثقل کے قانون کہ

To every action there is equal and opposite reacation

کے مطابق وہ بھی سخت کلامی کے ساتھ جواب دے سکتے ہیں۔ کہتے ہیں زبان شیریں ملک گیریں۔ شیریں زباں سے اگر ملکوں پر راج کیا جاسکتا ہے تو اپنی اولاد پر یہ نسخہ کیونکر کارگر نہیں ہوسکتا۔

آپ ﷺ نے بچوں کو ہر طرح کے آداب سکھائے۔ کھانے پینے کے آداب ہوں یا گھر میں داخل ہونے کے آداب، مجلس کے آداب ہوں یا مسجد کے، گھر کے آداب ہوں یا گلی کے۔ آپ ﷺ بچوں کو سلام کرتے اور اس میں پہل کرتے آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ سلام کو رواج دو کیونکہ یہ آپسی محبت کا ذریعہ ہے اگر ہمارے بچے اس پر کاربند ہو جاتے ہیں تو ان میں آپسی محبت ومودت پیدا ہوگی۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ بچے آپس میں لڑتے ہیں جس میں بسا اوقات پھر بچے کے گھر والے بھی ملوث ہو جاتے ہیں۔ سلام کے طریق کو اختیار کرنے کے نتیجہ میں لڑائی جھگڑا کم ہو جائے گا اور اگر خدانخواستہ ہو بھی جائے تو جلدی صلح بھی ہو جائے گی۔

حضرت عمر بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کی کفالت میں تھا اور میرا ہاتھ کھانے کے برتن میں ادھر ادھر گھومتا تھا۔ تو آپ ﷺ نے مجھے کہا یا غلام سم اللہ و کل بیمینك و کل مما یلیك۔ اے لڑکے خدا کا نام لے کر کھا اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھا اور اپنے سامنے سے کھا۔ کھانے کے سلسلے میں اس واقعہ کو مدنظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ ہم بسا اوقات یہ گمان کرتے ہیں کہ بچے کو کھانا چاہیے۔ چاہے جیسے بھی کھالے لیکن اسوہ محمدی کو اپنانے ہی میں ہماری اولاد کی صحیح تربیت اور انکی فلاح وکامیابی کی ضمانت ہے۔

آپ ﷺ کی روش اور طرز تربیت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نہ صرف بچوں کی علیحدگی میں تربیت فرماتے تھے بلکہ اپنی مجلسوں میں بھی ان کو شریک کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، جیسے جلیل القدر صحابی انہی مجلسوں کے پروردہ ہیں۔ ایک ایسی ہی

مجلس کا واقعہ ہے جس میں حضرت عبداللہ بن عمر بھی تشریف رکھتے تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اَلشَّجَرُ شَجَرَۃٌ لَا یَسْقُطُ وَرَقُھَا وَ اِنَّھَا مِثْلُ الْمُسْلِمِ فَحَدِّثُوْنِیْ مَاھِیَ یعنی ایک درخت ہے جو سدابہار رہتا ہے اور اپنے فائدے کے اعتبار سے مسلمان کے مشابہ ہے وہ کون سا درخت ہے۔صحابہ نے جنگلوں کے درخت گنانے شروع کئے حضرت عبداللہ بن عمر جو اس مجلس میں سب سے نوعمر اور نابالغ تھے فرماتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن جب میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسی شخصیتیں خاموش ہیں تو میں بھی شرما کر خاموش رہ گیا،پھر آپ نے فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔پھر میں نے اپنے دل کی بات اپنے والد حضرت عمرؓ کو بتائی تو انہوں نے تو آپ سے فرمایا کہ لَاَنْ تَکُوْنَ قُلْتَھَا اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَکُوْنَ لِیْ حُمُرُ النَّعَمِ یعنی یہ بات بتانے والے اگر تم ہوتے تو میرے لئے یہ عزت سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہوتی۔

اس واقعہ سے ہمیں یہ سیکھ ملتی ہے کہ ہمیں بچوں کو اپنی مجلسوں میں شامل کرنا چاہئے اور ان کیلئے علمی اور ادبی مجلسیں آراستہ کرنی چاہئیں جن سے انکی سمجھ اور ذہانت میں اضافہ ہو۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تفسیر کبیر میں ایک جگہ فرمایا ہے کہ مغلیہ سلطنت کے زوال کے اسباب میں ایک سبب یہ بھی تھا کہ انہوں نے شہزادوں کو امور سلطنت سے غافل رکھنا شروع کردیا۔اور وہ اپنی عیش وعشرت کی زندگی جی رہے ہوتے تھے جب مملکت پر کوئی آفت آتی تو وہ اس سے نمٹنے میں ناکام ونامراد رہتے تھے۔اسلئے اولاد میں اعتماد پیدا کرنے کیلئے ان کو اپنے ساتھ بٹھانا اور اپنی گفتگو اور مشوروں میں شامل کرنا چاہیے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اَکْرِمُوا الشَّعرَ یعنی اپنے بالوں کی عزت کرو اس سے یہ بھی مراد ہے کہ جو آپ کے بڑے ہیں ان کی عزت کرو تو ہمیں اپنے بچوں کو بڑوں کا ادب و احترام سکھانا چاہئے۔بڑوں کے ادب واحترام میں بڑائی اور کامیابی کا راز مضمر ہے۔

تربیت اولاد کے سلسلہ میں آپؐ نے یہ ضروری بات بھی بیان فرمائی کہ بچوں کو جھوٹ سے بچانا چاہئے اور والدین کو خود بھی تمام گناہوں کی اس جڑ یعنی جھوٹ سے اجتناب کرنا چاہے۔حضرت عبداللہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میری ماں نے مجھے ایک دفعہ کہا کہ آؤ میں تمہیں ایک چیز دیتی ہوں۔اس وقت رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر میں تشریف رکھتے تھے۔آپ نے میری ماں سے کہا تم اسے کیا دینا چاہتی تھی۔اسنے کہا میں اسے ایک کھجور دینا چاہتی تھی۔تب رسول اللہ ﷺ نے کہا اگر تم اسے بلاکر کچھ نہ دیتیں تو تمہارے نامہ اعمال میں ایک جھوٹ لکھا جاتا۔اس طرح کے جھوٹ کو بسا اوقات جھوٹ میں شامل ہی نہیں سمجھا جاتا۔جب بچے قابو نہیں آرہے ہوتے ہیں تو اس طرح کی چیٹنگ بچوں سے عموماً والدین کی طرف سے کی جاتی ہے۔یہ طریقہ ان کو جھوٹ بولنے کی ترغیب دے رہا ہوتا ہے اور والدین کے نامہ اعمال میں بھی جھوٹ شامل ہورہا ہوتا ہے۔

اسی طرح تربیت اولاد کے سلسلہ میں آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ یہ ہے کہ بچوں کو امانت اور دیانت دار بنایا جائے۔چنانچہ ایک دفعہ حضرت حسنؓ نے صدقات کی کھجوروں میں سے ایک کھجور منہ میں ڈال لی تو آپ ﷺ نے وہ باہر نکلوائی۔یہ امانت داری کا بھی تقاضا تھا اور قومی املاک اور چیزوں کو حفاظت اور انکے استحصال سے بچنے کی ترغیب بھی تھی۔آج اگر اس اسوہ پر عمل کیا جائے تو کرپشن جو کہ ساری دنیا خاص کر تیسری دنیا کی اقتصادیات کو ڈبو رہا ہے سے بچا جا سکتا ہے۔

بچوں کی تربیت کیلئے ایک کارگر نسخہ آپ نے یہ بتایا کہ بچوں کیلئے دعا کی جائے۔دعا کی اہمیت اور برکات ایک الگ اور وسیع مضمون ہے۔صرف اتنا بتانے پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر مردے زندہ ہو سکتے ہیں تو دعا سے۔دعا سے خشک ٹہنی سرسبز ہو سکتی ہے۔اسلئے اپنی اولاد کو سرسبز وشاداب اور ثمرآور بنانے کیلئے انکے حق میں دعا کرنی چاہئے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ والد کی دعا اولاد کے حق میں مقبول دعا ہے۔ آپ ﷺ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعاؤں کا ثمرہ ہوں۔آپ ﷺ اپنے نواسوں حسن اور حسینؓ کو گود میں اٹھاتے انہیں پیار کرتے اور ان کیلئے خدا سے دعا کرتے کہ اے خدا میں ان سے پیار کرتا ہوں تو بھی ان سے پیار کر۔جس سے خدا پیار کرنے لگ جائے اور جو اسکا پیارا اور محبوب بن جائے اسے کس چیز کا غم ہے اور کون سی فکر لاحق ہو سکتی ہے۔خدا داری چہ غم داری۔

والدین کی نیکیوں کے اثرات اولاد پر مترتب ہوتے ہیں اور انہی اثرات کے ثمرات کا مزہ اولاد چکھتی ہے اور یہ سلسلہ نسلاً بعد نسل چلتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ متقی کی رعایت سات پشتوں تک رکھتا ہے۔قرآن کریم میں بھی آیا ہے کہ ایک دیوار جو گرنا چاہتی تھی اس کو حضرت خضر نے اس لئے بچایا کہ وکان ابوھما صالحا۔کہ ان کا باپ صالح تھا انکی صالحیت کی وجہ سے ان کے دو یتیم بچوں کیلئے اس دیوار کے نیچے ایک خزانہ اللہ تعالیٰ نے رکھا تھا تا جب وہ بڑے ہوجائیں تو اسے اپنے مصرف میں لاسکیں۔

اولاد کی تربیت کیلئے ایک راہنما اصول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوابدہی کا بیان فرمایا ہے۔جیسا کہ فرمایا کہ کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ کہ تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک کو اسکی نگرانی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ایک والد نہ صرف اپنا ذمہ دار ہے بلکہ اپنے اہل وعیال کا بھی ہے انکو بھی اس نے جہنم کی آگ سے بچانا ہے۔

یہ مردوں کے نگران اور قوام ہونے کی ذمہ داری سے بے اعتنائی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ اہل وعیال غیر تربیت یافتہ ہوجاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے حسن و احسان کے سلوک کے بے شمار واقعات ہیں اور ہر واقعہ اپنے اندر بے پناہ حکمت وفلسفہ لئے ہوئے ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ان واقعات کو پڑھیں ان پر غور کریں اور ان کو اپنی اولاد کی تربیت کیلئے منطبق کریں۔ایک بچے ابوعمیر نے ایک پرندہ پال رکھا تھا وہ پرندہ مر گیا تو آپ ﷺ نے بے تکلفانہ انداز میں اس بچے کی افسردگی کو دور کرتے ہوئے پوچھا یا ابا عمیر مافعل النغیر اے ابوعمیر پرندے کو کیا ہوا۔کہاں سرور کائنات کہاں اس بچے کے ساتھ ایسی بے تکلفی۔اس واقعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ بچوں کے رجحانات اور انکی ہابیز کا بھی خیال رکھا کرتے تھے۔آپ ﷺ بچوں کی کھیلیں منعقد کرواتے۔تربیت اولاد کیلئے اس اسوہ نبی کو آجکل اپنانے کی بہت ضرورت ہے۔کیونکہ انٹرنیٹ اور سمارٹ فونز نے بچوں کو کھیل کے میدان سے دور کردیا ہوا ہے۔وہ ساری کھیلیں اب سمارٹ فون اور ٹیبس پہ ہی کھیل رہے ہوتے ہیں۔جسکی وجہ سے ان کی صحت میں خرابی اور انکی طبیعت میں چڑ چڑا پن آرہا ہوتا ہے۔بانیٔ تنظیم مجلس اطفال اللہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر بچے 24 گھنٹے بھی کھیل لیں تب بھی مجھے کوئی فکر نہیں کیونکہ کھیل سے صحت بنتی ہے۔ہمیں اپنے بچوں کو انٹرنیٹ سے نکال کر کھیل کے میدان کی طرف رخ کروانا ہے اور انٹرنیٹ پر بیہودہ پروگرام کے بجائے ایم.ٹی.اے کی طرف رجحان کروانا ہے۔حضور انور نے فرمایا ہے کہ روزانہ کم از کم ایک گھنٹہ ہر گھر میں ایم ٹی اے چلنا چاہئے۔اور حضور انور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ٹی وی کی آواز کو اونچا کیا کریں تا کہ آواز بچوں کے کانوں میں پڑجایا کرے۔

شیطان کبھی نہیں چاہے گا کہ ہمارے بچے صراط مستقیم پر گامزن رہیں۔ہم نے اور ہمارے بچوں نے خدا تعالیٰ سے استعانت مانگتے ہوئے اور اسوہ محمدی کو اپناتے ہوئے شیطان کو مات دینی ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

......☆......☆......☆......

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر 1

فرمایا اس سلسلہ میں چند ایک نہایت ہی پُرشوکت اور پُرجلال ارشادات آپ کے پیش کئے جاتے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

ہند کا کوئی پادری نہیں چھوڑا جسے اشتہار نہ بھیجا ہو

’’بیس ہزار اشتہار جو انگریزی اور اُردو میں چھاپے گئے اور پھر بارہ ہزار سے کچھ زیادہ مخالفین کے سرگروہوں کے نام رجسٹری کرا کر بھیجے گئے اور ملک ہند میں ایک بھی ایسا پادری نہ چھوڑا جس کے نام وہ رجسٹری شدہ اشتہار نہ بھیجے گئے ہوں۔ بلکہ یورپ اور امریکہ کے ممالک میں بھی یہ اشتہارات بذریعہ رجسٹری بھیج کر حجت کو تمام کر دیا گیا۔‘‘
(فتح اسلام، رُوحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 29)

سب پر حق کا رُعب چھا گیا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:
’’چوتھی علامت اس عاجز کے صدق کی یہ ہے کہ اس عاجز نے بارہ ہزار کے قریب خط اور اشتہار الہامی برکات کے مقابلہ کیلئے مذاہب غیر کی طرف روانہ کئے بالخصوص پادریوں میں سے شاید ایک بھی نامی پادری یورپ اور امریکہ اور ہندوستان میں باقی نہیں رہا ہوگا جس کی طرف خط رجسٹری کر کے نہ بھیجا ہو مگر سب پر حق کا رعب چھا گیا۔‘‘
(آئینہ کمالات اسلام، رُوحانی خزائن، جلد 5، صفحہ 347)

درحقیقت دُنیا میں دین اسلام ہی سچا ہے
اگر شک ہو تو دین اسلام کے نشان ہم سے ملاحظہ کرے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:
’’اور ایسے بھی سولہ ہزار کے قریب لوگ ہندوستان اور انگلستان اور جرمن اور فرانس اور روس اور روم میں پنڈتوں اور یہودیوں کے فقیہوں اور مجوسیوں کے پیشروؤں اور عیسائیوں کے پادریوں اور قسیسوں اور بشپوں میں سے موجود ہیں جن کو رجسٹری کرا کر اِس مضمون کے خط بھیجے گئے کہ درحقیقت دُنیا میں دین اسلام ہی سچا ہے اور دُوسرے تمام دین اصلیت اور حقانیت سے دور جا پڑے ہیں کسی کو مخالفوں میں سے اگر شک ہو تو ہمارے مقابل پر آوے اور ایک سال تک رہ کر دین اسلام کے نشان ہم سے ملاحظہ کرے اور اگر ہم خطا پر نکلیں تو ہم سے بحساب دوسو روپیہ ماہواری ہرجانہ اپنے ایک برس کا لیلیے ورنہ ہم اُس سے کچھ نہیں مانگتے صرف دین اسلام قبول کرے اور اگر چاہے تو اپنی تسلّی کیلئے وہ روپیہ کسی بینک میں جمع کرالے لیکن کسی نے اِس طرف رُخ نہ کیا۔‘‘ (شہادۃ القرآن، رُوحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 369)

کیا روئے زمین میں مشرق سے لے کر مغرب کی انتہا تک کوئی پادری ہے جو خدائی نشان میرے مقابل پر دکھلا سکے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:
’’خدا تعالیٰ نے وہ رعب مجھے بخشا ہے کہ کوئی پادری میرے مقابل نہیں آسکتا یا تو وہ زمانہ تھا کہ وہ لوگ بازاروں میں چلّا چلّا کر کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ نہیں ہوا اور قرآن شریف میں کوئی پیشگوئی نہیں اور یا خدا تعالیٰ نے ایسا اُن پر رعب ڈالا کہ اِس طرف منہ نہیں کرتے گویا وہ سب اِس جہان سے رخصت ہو گئے اور مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر کوئی پادری اس مقابلہ کے لئے میری طرف منہ کرے تو خدا اُس کو سخت ذلیل کرے گا اور اُس عذاب میں مبتلا کرے گا جس کی نظیر نہیں ہوگی اور اُس کو طاقت نہیں ہوگی کہ جو کچھ میں دکھلاتا ہوں وہ اپنے فرضی خدا کی طاقت اور قوت سے دکھلا سکے اور میرے لئے خدا آسمان سے بھی نشان برسائے گا اور زمین سے بھی۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ برکت غیر قوموں کو نہیں دی گئی۔ پس کیا روئے زمین میں مشرق سے لے کر مغرب کی انتہا تک کوئی پادری ہے جو خدائی نشان میرے مقابل پر دکھلا سکے۔ہم نے میدان فتح کر لیا ہے۔ کسی کی مجال نہیں جو ہمارے مقابل پر آوے۔‘‘ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 348)

اُٹھو عیسائیو اگر کچھ طاقت ہے تو مجھ سے مقابلہ کرو

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:
اگر ایمان کوئی واقعی برکت ہے تو بے شک اس کی نشانیاں ہونی چاہئیں مگر کہاں ہے کوئی ایسا عیسائی جس میں یسوع کی بیان کردہ نشانیاں پائی جاتی ہوں؟ پس یا تو انجیل جھوٹی ہے اور یا عیسائی جھوٹے ہیں۔ دیکھو قرآن کریم نے جو نشانیاں ایمانداروں کی بیان فرمائیں وہ ہر زمانہ میں پائی گئی ہیں۔قرآن شریف فرماتا ہے کہ ایماندار کو الہام ملتا ہے۔ ایماندار خدا کی آواز سنتا ہے۔ ایماندار کی دعائیں سب سے زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ ایماندار پر غیب کی خبریں ظاہر کی جاتی ہیں۔ ایماندار کے شامل حال آسمانی تائیدیں ہوتی ہیں۔ سو جیسا کہ پہلے زمانوں میں یہ نشانیاں پائی جاتی تھیں اب بھی بدستور پائی جاتی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن خدا کا پاک کلام ہے اور قرآن کے وعدے خدا کے وعدے ہیں۔ اُٹھو عیسائیو! اگر کچھ طاقت ہے تو مجھ سے مقابلہ کرو۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھے بے شک ذبح کر دو ورنہ آپ لوگ خدا کے الزام کے نیچے ہیں۔ اور جہنم کی آگ پر آپ لوگوں کا قدم ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔‘‘
(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب، رُوحانی خزائن، جلد 12، صفحہ 374)

محمد مصطفیٰ کا نُور، قرآن کا نُور، اسلام کا نُور ہم دکھلانے کیلئے تیار ہیں
اگر کسی کو مقابلہ کی طاقت ہے تو ہم سے خط و کتابت کرے

اگر ہم فرض کر لیں کہ کوئی نبی پاک تھا مگر ہم میں سے کسی کو بھی پاک نہیں کر سکتا۔ اور صاحب خوارق تھا مگر کسی کو صاحب خوارق نہیں بنا سکتا اور الہام یافتہ تھا مگر ہم میں سے کسی کو ملہم نہیں بنا سکتا تو ایسے نبی سے ہمیں کیا فائدہ۔ مگر الحمد للہ و المنّۃ کہ ہمارا سیّد و رسول خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم ایسا نہیں تھا اس نے ایک جہان کو وہ نور حسب مراتب استعداد بخشا کہ جو اُس کو ملا تھا۔ اور اپنے نورانی نشانوں سے وہ شناخت کیا گیا۔ وہ ہمیشہ کے لئے نور تھا جو بھیجا گیا اور اس سے پہلے کوئی ہمیشہ کیلئے نور نہیں آیا۔ اگر وہ نہ آتا اور نہ اس نے بتلایا ہوتا تو حضرت مسیح کے نبی ہونے پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں تھی۔ کیونکہ اس کا مذہب مر گیا اور اس کا نور بے نشان ہو گیا اور کوئی وارث نہ رہا جو اس کو کچھ نور دیا گیا ہو۔ اب دُنیا میں زندہ مذہب صرف اسلام ہے اور اس عاجز نے اپنے ذاتی تجارب سے دیکھ لیا اور پرکھ لیا کہ دونوں قسم کے نور اسلام اور قرآن میں اب بھی ایسے ہی تازہ بتازہ موجود ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے وقت موجود تھے اور ہم ان کے دکھلانے کیلئے ذمہ دار ہیں۔ اگر کسی کو مقابلہ کی طاقت ہے تو ہم سے خط و کتابت کرے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔‘‘
(حجۃ الاسلام، رُوحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 62)

مسلمان ہونے کی شرط پر
عیسائیوں کا چیلنج قبول کر لیا کہ مَیں بند لفافہ کا مضمون بتا دونگا

ایک موقع پر عیسائیوں نے اپنے زعم میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قابو کرنے کا ناقابل شکست طریقہ یہ نکالا کہ یہ بڑا الہام الہام کرتا ہے کیوں نہ اس سے بند لفافہ کا مضمون پوچھا جائے کہ اپنے خدا سے الہام کے ذریعہ پوچھ کر بتا دے۔ آپؑ نے مسلمان ہونے کی

شرط پر عیسائیوں کا یہ چیلنج بھی قبول کرلیا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

’’نور افشاں میں بعض پادریوں نے چھپوایا تھا کہ ہم ایک جلسہ میں ایک لفافہ بند پیش کریں گے اس کا مضمون الہام کے ذریعہ سے ہمیں بتلایا جائے۔ لیکن جب ہماری طرف سے مسلمان ہونے کی شرط سے یہ درخواست منظور ہوئی تو پھر پادریوں نے اس طرف رُخ بھی نہ کیا۔ پادری لوگ مدت سے الہام پر مہر لگا بیٹھے تھے۔ اب جب مہر ٹوٹی اور فیض روح القدس مسلمانوں پر ثابت ہوا تو پادریوں کے اعتقاد کی قلعی کھل گئی۔ لہٰذا ضرور تھا کہ پادریوں کو ہمارے الہام سے دوہرا رنج ہوتا۔ ایک مہر ٹوٹنے کا دوسرے الہام کی نقل مکانی کا۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، رُوحانی خزائن، جلد 5، صفحہ 284)

مناظرہ کیلئے کوئی نامی انگریز پادری ہو بپتسمہ لیا ہوا دیسی پادری نہ ہو

امرتسر میں اہل اسلام اور عیسائیوں کے مابین 22/مئی 1893ء سے لیکر کر 5/جون 1893ء تک یعنی پندرہ یوم مسلسل ایک معرکۃ الآراء مباحثہ ہوا۔ جس میں اہلِ اسلام کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور عیسائیوں کی طرف سے ڈپٹی عبداللہ آتھم مناظر تھے۔ جب مباحثہ کے متعلق گفتگو ہورہی تھی اور شرائط طے ہورہی تھیں اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا:

’’یہ بھی واضح رہے کہ اس عاجز کے مقابلہ پر جو صاحب کھڑے ہوں وہ کوئی بزرگ نامی اور معزز انگریز پادری صاحبوں میں سے ہونے چاہئیں کیونکہ جو بات اس مقابلہ اور مباحثہ سے مقصود ہے اور جس کا اثر عوام پر ڈالنا مدنظر ہے وہ اسی امر پر موقوف ہے کہ فریقین اپنی اپنی قوم کے خواص میں سے ہوں۔ ہاں بطور تنزل اور اتمام حجت مجھے یہ بھی منظور ہے کہ اس مقابلہ کیلئے پادری عماد الدین صاحب یا پادری ٹھاکر داس صاحب یا مسٹر عبداللہ آتھم صاحب عیسائیوں کی طرف سے منتخب ہوں۔‘‘ (حجۃ الاسلام، رُوحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 63)

اس قدر بیان کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام اور بانی اسلام سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہونے والے اعتراض کا نہ صرف منہ توڑ جواب دیا اور عیسائی پادریوں کا ناطقہ بند کردیا بلکہ آپ کا زندہ نبی ہونا اور تاقیامت آپ کے رُوحانی فیض کا جاری رہنا ثابت کر دکھایا۔ ایک کے بعد ایک پُرشوکت چیلنج کے ساتھ جس شاندار رنگ میں آپ نے اپنے آقا ومطاع کی رُوحانی زندگی کا ثبوت دیا ہے اس کی نظیر سلف وخلف میں ہرگز پیش نہیں کی جاسکتی۔ پادری عبداللہ آتھم کو آپؑ نے پیشگوئی کے ماتحت جہنم رسید کیا جس نے اپنی کتاب اندرونہ بائبل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال کہا تھا۔ لیکھ رام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بے دریغ گالیاں دیا کرتا تھا، کے متعلق آپ نے ہلاکت کی پیشگوئی کی جو نہایت پُرشوکت انداز میں پوری ہوئی اور آریوں کے گھر گھر میں ماتم پڑ گیا۔ الیگزنڈر ڈوئی آف امریکہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کاذب اور مفتری سمجھتا تھا اور آپؐ کو گندی اور فحش گالیاں دیا کرتا تھا، کے متعلق آپ نے پیشگوئی فرمائی کہ وہ میری زندگی میں ہی حسرت اور ذلت کے ساتھ مرے گا اور ایسا ہی ہوا۔

ایسے ہی ایک موقع پر جبکہ ایک پادری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر گھناؤنے اعتراضات کئے آپ نے اس کو بہت ہی شاندار انتہائی خوبصورت بڑا ہی مدلل اور مسکت جواب دیا ایسا جواب جو دل کی گہرائیوں میں اُتر جانے والا اور رگ وریشے میں سما جانے والا جواب ہے۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان اور آپ کے اعلیٰ وارفع مقام کا پتہ چلتا ہے۔ سیّدنا مسیح موعود علیہ السلام کا یہی جواب دراصل قارئین کی خدمت میں پیش کرنا ہمارا مقصد ہے۔ بالخصوص وہ حصہ جس میں قیصر روم نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر دھونے کی خواہش کا اظہار کیا۔

پادری فتح مسیح آف فتح گڑھ ضلع گورداسپور نے ایک خط میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر زنا کی تہمت لگائی اور بہت سے الفاظ سب وشتم کے استعمال کئے۔ پادری نے حضرت عائشہ صدیقہ کے متعلق لکھا کہ آنحضرتؐ نے ان سے نو برس کی عمر میں شادی کی اور اس کو پادری فتح مسیح نے زنا قرار دیا۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا :

’’اوّل تو نو برس کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ثابت نہیں اور نہ اس میں کوئی وحی ہوئی اور نہ اخبار متواترہ سے ثابت ہوا کہ ضرور نو برس ہی تھے۔ صرف ایک راوی سے منقول ہے۔ عرب کے لوگ تقویم پترے نہیں رکھا کرتے تھے کیونکہ اُمّی تھے اور دو تین برس کی کمی بیشی ان کی حالت پر نظر کرکے ایک عام بات ہے جیسے کہ ہمارے ملک میں بھی اکثر ناخواندہ لوگ دو چار برس کے فرق کو اچھی طرح محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ پھر اگر فرض کے طور پر تسلیم بھی کرلیں کہ فی الواقع دن دن کا حساب کرکے نو برس ہی تھے۔ لیکن پھر بھی کوئی عقلمند اعتراض نہیں کرے گا مگر احمق کا کوئی علاج نہیں ہم آپ کو اپنے رسالہ میں ثابت کرکے دکھا دیں گے کہ حال کے محقق ڈاکٹروں کا اس پر اتفاق ہوچکا ہے کہ نو برس تک بھی لڑکیاں بالغ ہوسکتی ہیں۔ بلکہ سات برس تک بھی اولاد ہوسکتی ہے اور بڑے بڑے مشاہدات سے ڈاکٹروں نے اس کو ثابت کیا ہے اور خود صدہا لوگوں کی یہ بات چشم دید ہے کہ اسی ملک میں آٹھ آٹھ نو نو برس کی لڑکیوں کے یہاں اولاد موجود ہے مگر آپ پر تو کچھ بھی افسوس نہیں اور نہ کرنا چاہئے کیونکہ آپ صرف متعصب ہی نہیں بلکہ اوّل درجہ کے احمق بھی ہیں۔‘‘

پادری کی خباثت دیکھئے یہ لکھتا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گورنمنٹ انگریزی کی رعایا ہوتے تو آپؐ سے کیا سلوک ہوتا۔ گویا آپؐ نعوذ باللہ سلاخوں کے پیچھے ہوتے۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

’’آپ کو اب تک اتنی بھی خبر نہیں کہ گورنمنٹ کے قانون عوام کی درخواست کے موافق ان کی رسم اور سوسائٹی کی عام وضع کی بِنا پر تیار ہوتے ہیں...... جو بار بار آپ گورنمنٹ انگریزی کا ذکر کرتے ہیں...... ہم اس کو خطا سے معصوم نہیں سمجھتے اور نہ اس کے قوانین کو حکیمانہ تحقیقاتوں پر مبنی سمجھتے ہیں بلکہ قوانین بنانے کا اصول رعایا کی کثرت رائے ہے۔ گورنمنٹ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوتی تا وہ اپنے قوانین میں غلطی نہ کرے اگر ایسے ہی قوانین محفوظ ہوتے تو ہمیشہ نئے نئے قانون کیوں بنتے رہتے انگلستان میں لڑکیوں کے بلوغ کا زمانہ (18) برس قرار دیا ہے اور گرم ملکوں میں تو لڑکیاں بہت جلد بالغ ہوجاتی ہیں۔‘‘

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :

’’اگر گورنمنٹ کے قوانین خدا کی کتابوں کی طرح خطا سے خالی نہیں تو ان کا ذکر کرنا یا تو حمق کی وجہ سے ہے یا تعصب کے سبب سے مگر آپ معذور ہیں۔ اگر گورنمنٹ کو اپنے قانون پر اعتماد تھا تو کیوں اُن ڈاکٹروں کو سزا نہیں دی جنہوں نے حال میں یورپ میں بڑی تحقیقات سے نو برس بلکہ سات برس کو بھی بعض عورتوں کے بلوغ کا زمانہ قرار دے دیا ہے۔‘‘

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس لحاظ سے بھی پادری کی خبر لی کہ آپ کو گورنمنٹ کے قانون کا حوالہ دینے کی بجائے اپنی مذہبی کتاب کا حوالہ دینا چاہئے تھا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

’’نو برس کی عمر کے متعلق آپ اعتراض کرکے پھر توریت یا انجیل کا کوئی حوالہ نہ دے سکے صرف گورنمنٹ کے قانون کا ذکر کیا اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا توریت اور انجیل پر ایمان نہیں رہا۔ ورنہ نو برس کی حرمت یا تو توریت سے ثابت کرتے یا انجیل سے ثابت کرنی چاہئے تھی پادری صاحب یہی تو دجل ہے کہ الہامی کتب کے مسائل میں آپ نے گورنمنٹ کے قانون کو پیش کردیا۔

آپ کی ایمانداری یہ تھی کہ آپ انجیل سے اس کو ثابت کرتے۔انجیل نے آپ کو دھکے دیئے اور وہاں ہاتھ نہ پڑا تو گورنمنٹ کے پیروں پر آ پڑے۔ یاد رکھیں کہ یہ گالیاں محض شیطانی تعصب سے ہیں۔ جناب مقدس نبویؐ کی نسبت فسق و فجور کی تہمت لگانا یہ افترا شیطانوں کا کام ہے ان دو مقدس نبیوں پر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح علیہ السلام پر بعض بدذات اور خبیث لوگوں نے سخت افترا کئے ہیں۔ چنانچہ ان پلیدوں نے لَعْنَۃُ اللہِ عَلَیْہِمْ پہلے نبیؐ کو تو زانی قرار دیا جیسا کہ آپ نے۔اور دوسرے کو ولد الزنا کہا جیسا کہ پلید طبع یہودیوں نے۔آپ کو چاہئے کہ ایسے اعتراضوں سے پرہیز کریں۔

پادری کی اس بات پر کہ آنحضرتؐ اگر اِس وقت گورنمنٹ انگریزی کی رعایا ہوتے تو نعوذ باللہ آپ کو سزا ہوتی اس کے جواب میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کچھ ایسے الزامی جوابات سے پادری صاحب کی خدمت کی کہ یقیناً اُن کی تسلی ہوگئی ہوگی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :

اگر آپکے نزدیک گورنمنٹ کے قانون کی تمام باتیں خطا سے خالی ہیں اور الہامی کتابوں کی طرح بلکہ ان سے افضل ہیں تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جن نبیوںؑ نے خلاف قانون انگریزی کئی لاکھ شیر خوار بچے قتل کئے اگر وہ اسوقت ہوتے تو گورنمنٹ ان سے کیا معاملہ کرتی۔

اگر وہ لوگ گورنمنٹ کے سامنے چالان ہوکر آتے جنہوں نے بیگانے کھیتوں کے خوشے توڑ کر کھالئے تھے تو گورنمنٹ اُن کو اور ان کے اجازت دینے والے کو کیا کیا سزا دیتی۔

پھر میں پوچھتا ہوں کہ وہ شخص جو انجیر کا پھل کھانے دوڑا تھا اور انجیل سے ثابت ہے کہ وہ انجیر کا درخت اس کی ملکیت نہ تھا بلکہ غیر کی ملک تھا۔اگر وہ شخص گورنمنٹ کے سامنے یہ حرکت کرتا تو گورنمنٹ اس کو کیا سزا دیتی۔

انجیل سے یہ بھی ثابت ہے کہ بہت سے سؤر جو بیگانہ مال تھے اور جن کی تعداد بقول پادری کلارک دو ہزار تھے مسیح نے تلف کئے اب آپ ہی بتلائیں کہ تعزیرات کی رو سے اس کی سزا کیا ہے۔بالفعل اسی قدر لکھنا کافی ہے جواب ضرور لکھیں تا اور بہت سے سوال کئے جائیں۔

پادری صاحب آپ کا یہ سوال کہ اگر آج ایسا شخص جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے گورنمنٹ انگریزی کے زمانہ میں ہوتا تو گورنمنٹ اس سے کیا کرتی۔آپ کو واضح ہو کہ اگر وہ سیّد الکونین اس گورنمنٹ کے زمانہ میں ہوتے تو یہ سعادت مند گورنمنٹ ان کی کفش برداری اپنا فخر سمجھتی جیسا کہ قیصر روم صرف تصویر دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا آپ کی یہ نالیاقتی اور ناسعادتی ہے کہ اس گورنمنٹ پر ایسی بدظنی رکھتے ہیں کہ گویا وہ خدا کے مقدسوں کی دشمن ہے یہ گورنمنٹ اس زمانہ میں ادنیٰ ادنیٰ امیر مسلمانوں کی عزت کرتی ہے۔دیکھو نصر اللہ خاں جو اس جناب کے غلاموں جیسا بھی درجہ نہیں رکھتا ہماری قیصرۂ ہند دام اقبالہا نے کیسی اس کی عزت کی ہے پھر وہ عالی جناب مقدس ذاتؐ جو اس دنیا میں بھی وہ مرتبہ رکھتا تھا کہ بادشاہ اس کے قدموں پر گرتے تھے اگر وہ اس وقت میں ہوتا تو بے شک یہ گورنمنٹ اس کی جناب سے خادمانہ اور متواضعانہ طور پر پیش آتی۔الٰہی گورنمنٹ کے آگے انسانی گورنمنٹوں کو بجز عجز و نیاز کے کچھ بن نہیں پڑتا۔کیا آپ کو خبر نہیں کہ قیصر روم جو آنجنابؐ کے وقت میں عیسائی بادشاہ اور اِس گورنمنٹ سے اقبال میں کچھ کم نہ تھا وہ کہتا ہے کہ اگر مجھے یہ سعادت حاصل ہوسکتی کہ میں اس عظیم الشان نبی کی صحبت میں رہ سکتا تو میں آپ کے پاؤں دھویا کرتا۔سو جو قیصر روم نے کہا یقیناً یہ سعادت مند گورنمنٹ بھی وہی بات کہتی۔ بلکہ اس سے بڑھ کر کہتی اگر حضرت مسیح کی نسبت اس وقت کے کسی چھوٹے سے جاگیردار نے بھی یہ کلمہ کہا ہو جو قیصر روم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا، جو آج تک نہایت صحیح تاریخ اور احادیث صحیحہ میں لکھا ہوا موجود ہے تو ہم آپ کو ابھی ہزار روپیہ نقد بطور انعام کے دیں گے اگر آپ ثابت کر سکیں۔اور اگر آپ یہ ثبوت نہ دے سکیں تو اس ذلیل زندگی سے آپ کے لئے مرنا بہتر ہے کیونکہ ہم نے ثابت کر دیا کہ قیصر روم اس گورنمنٹ عالیہ کا ہم مرتبہ تھا بلکہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اس کی طاقت کے برابر اور کوئی طاقت دنیا میں موجود نہ تھی ہماری گورنمنٹ تو اس درجہ تک نہیں پہنچی پھر جبکہ قیصر باوجود اس شہنشاہی کے آہ کھینچ کر یہ بات کہتا ہے کہ اگر میں اس عالی جناب کی خدمت میں پہنچ سکتا تو آنجنابؐ مقدس کے پاؤں دھویا کرتا۔تو کیا یہ گورنمنٹ اس سے کم حصہ لیتی۔میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ضرور یہ گورنمنٹ بھی ایسے شہنشاہ کے پاؤں میں گرنا اپنا فخر سمجھتی کیونکہ یہ گورنمنٹ اس آسمانی بادشاہ سے منکر نہیں جس کی طاقتوں کے آگے انسان اک مرے ہوئے کیڑے کے برابر نہیں اور ہم نے اک معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ ہماری قیصرۂ ہند ادام اللہ اِقبالہا درحقیقت اسلام سے محبت رکھتی ہے اور اس کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تعظیم ہے......پس یہ نہایت غلطی ہے کہ آپ لوگ اس مراتب شناس گورنمنٹ کو بھی ایک سفلہ اور کمینہ پادری کی طرح خیال کرتے ہیں۔جن کو خدا ملک اور دولت دیتا ہے ان کو زیرکی اور عقل بھی دیتا ہے۔ہاں اگر یہ سوال پیش ہو کہ اگر کوئی ایسا شخص اس گورنمنٹ کے ملک میں یہ غوغا مچاتا کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں تو گورنمنٹ اس کا تدارک کیا کرتی؟ تو اس کا جواب یہی ہے کہ یہ مہربان گورنمنٹ اس کو کسی ڈاکٹر کے سپرد کرتی تا اس کے دماغ کی اصلاح ہو۔یا اس بڑے گھر میں محفوظ رکھتی جس میں بمقام لاہور اس قسم کے بہت لوگ جمع ہیں۔

اگر یہ کہو کہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ قیصر روم نے یہ تمنا کی کہ اگر میں جناب مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ سکتا تو میں ایک ادنیٰ خادم بن کر پاؤں دھویا کرتا۔اس کے جواب میں آپ کیلئے اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری کی عبارت لکھتا ہوں ذرا آنکھیں کھول کر پڑھو اور وہ یہ ہے وَقَدْ كُنْتُ اَعْلَمُ اَنَّهٗ خَارِجٌ وَلَمْ اَكُنْ اَظُنُّ اَنَّهٗ مِنْكُمْ فَلَوْ اَنِّيْ اَعْلَمُ اِنِّيْ اَخْلُصُ اِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَاءَهٗ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهٗ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ یعنی یہ تو مجھے معلوم تھا کہ نبی آخرالزمان آنے والا ہے مگر مجھ کو یہ خبر نہیں تھی کہ وہ تم میں سے ہی (اے اہل عرب) پیدا ہوگا پس اگر میں اس کی خدمت میں پہنچ سکتا تو میں بہت ہی کوشش کرتا کہ اس کا دیدار مجھے نصیب ہو اور اگر میں اس کی خدمت میں ہوتا تو میں اس کے پاؤں دھویا کرتا اب اگر کچھ غیرت اور شرم ہے تو مسیح کیلئے یہ تعظیم کسی بادشاہ کی طرف سے جو اس کے زمانہ میں تھا پیش کرو اور نقد ہزار روپیہ ہم سے لو اور کچھ ضرورت نہیں کہ انجیل سے ہی، بلکہ پیش کرو اگرچہ کوئی نجاست میں پڑا ہوا ورق ہی پیش کردو اور اگر کوئی بادشاہ یا امیر نہیں تو کوئی چھوٹا سا نواب ہی پیش کردو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کرسکو گے پس یہ عذاب بھی جہنم کے عذاب سے کچھ کم نہیں کہ آپ ہی بات کو اٹھا کر پھر آپ ہی ملزم ہوگئے۔ شاباش! شاباش! شاباش! خوب پادری ہو۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں کتاب نور القرآن نمبر 2، رُوحانی خزائن، جلد نمبر 9)

آج بھی سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر الزامات واتہامات کا سلسلہ جاری ہے۔مسلمانوں کی بھی بڑی بدقسمتی ہے کہ وہ بھی خدا کے ایک بزرگ نبی مسیح موعودؑ و مہدی معہودؑ کی توہین میں پیش پیش ہیں۔اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عقل اور سمجھ عطا کرے جو خدا کے نبی کی توہین کر کے اپنی دُنیا و آخرت تباہ کرتے ہیں۔ (منصور احمد مسرور) ☆☆

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”وہ وقت دُور نہیں بلکہ بہت قریب ہے کہ جب تم فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اُترتی اور ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھو گے“

(فتح اسلام، رُ خ. ج.3، صفحہ 12، حاشیہ)

حدیث نبوی ﷺ

اپنے ہاتھ سے کمائی ہوئی روزی سے بہتر کوئی روزی نہیں

(صحیح بخاری، کتاب البیوع)

طالب دعا: افراد خاندان مکرم جے وسیم احمد صاحب مرحوم (چنتہ کنٹہ)

حدیث نبوی ﷺ

اپنی اولاد کی بھی عزت کیا کرو اور انکی تربیت کو بہترین قالب میں ڈھالنے کی کوشش کرو

(ابن ماجہ، کتاب الادب)

طالب دعا: افراد خاندان و فیملی مکرم ایڈووکیٹ آفتاب احمد تیماپوری مرحوم، حیدر آباد

حدیث نبوی ﷺ

کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور اگر کھڑے ہو کر ممکن نہ ہو تو
بیٹھ کر اور اگر بیٹھ کر بھی ممکن نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر ہی سہی

(صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ)

طالب دعا: محمد منیر احمد، امیر ضلع نظام آباد (صوبہ تلنگانہ)

حدیث نبوی ﷺ

جو شخص صدق نیت سے شہادت کی تمنا کرے اللہ تعالیٰ اُسے
شہداء کے زُمرہ میں شامل کرے گا خواہ اس کی وفات بستر پر ہی کیوں نہ ہو

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ)

طالب دعا: محمد معین الدین، صدر جماعت احمدیہ کاماریڈی (تلنگانہ)

کلامُ الامام

’’تمہارا اُسوہ وہ لوگ ہیں جن کیلئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
کہ کوئی تجارت اور بیع وشریٰ انہیں ذکر اللہ سے نہیں روکتا۔‘‘

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 104)

طالب دُعا: مقصود احمد ڈار ولد مکرم محمد شہبان ڈار، ساکن شورت، تحصیل وضلع کولگام (جموں کشمیر)

کلامُ الامام

’’اس نسخہ کو ہمیشہ یاد رکھو اور اس سے فائدہ اُٹھاؤ کہ
جب کوئی دُکھ یا مصیبت پیش آوے تو فوراً نماز میں کھڑے ہو جاؤ۔‘‘

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 96)

طالب دُعا: الہ دین فیمیلیز اور بیرون ممالک کے عزیز رشتہ دار و دوست نیز مرحومین کرام

کلامُ الامام

’’جب تک تمہارا آپس میں معاملہ صاف نہیں ہوگا
اس وقت تک خدا تعالیٰ سے بھی معاملہ صاف نہیں ہو سکتا۔‘‘

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 407)

طالب دعا: مصدق احمد، امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

کلامُ الامام

’’قرآن شریف کے سمجھنے اور اس کے
موافق ہدایت پانے کیلئے تقویٰ ضروری اصل ہے۔‘‘

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 121)

طالب دعا: نور عالم، جماعت احمدیہ جے گاؤں، بنگال

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

’’ہم حقیقی احمدی اُسی وقت بن سکتے ہیں جب ہم عارضی
اور دُنیاوی خواہشات اور لذّات کو اپنا مقصد نہ بنائیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5؍مئی 2017)

طالب دعا: برہان الدین چراغ ولد چراغ الدین صاحب مرحوم مع فیملی، افراد خاندان و مرحومین، ننگل باغبانہ، قادیان

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

’’حصول دُنیا میں اصل غرض دین ہو اور ایسے طور پر
دُنیا کو حاصل کیا جاوے کہ وہ دین کی خادم ہو۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5؍مئی 2017)

طالب دُعا: مقصود احمد قریشی ولد مکرم محمد عبید اللہ قریشی اینڈ فیملی و افراد خاندان (جماعت احمدیہ بنگلور)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

’’اگر تم چاہتے ہو کہ تمہیں فلاح دارین حاصل ہو اور لوگوں کے دلوں پر فتح پاؤ تو پاکیزگی اختیار کرو، اپنے تئیں سنوارو اور دوسروں کو اپنے اخلاق فاضلہ کا نمونہ دکھاؤ تب البتہ کامیاب ہو جاؤ گے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جنوری 2016)

طالب دعا: صبیحہ کوثر، جماعت احمدیہ بھونیشور (صوبہ اڈیشہ)